ماہنامہ

مصباح

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية) ماہنامہ "مصباح" اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق شوال وذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

افسوس گیا نورِ چراغِ سحری کا

وقت کی بچت کیسے کی جائے؟

فراغت ایک نعمت ہے

ماہِ رمضان کا دائمی تحفہ

IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

مصباح
ماہنامہ

ماہنامہ "مصباح" اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق شوال وذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

سرپرست اعلی
محمد اسماعیل الأنصاری

نگران عمومی
خالد عبداللہ السبیع

ایڈیٹر
صفات عالم محمد زبیر تیمی

معاون ایڈیٹر
اعجاز الدین عمری

مجلس ادارت
سید عبدالسلام عمری — شیخ عبدالسلام عمری
مجاہد خان عمری — محمد عزیز الرحمن
محمد شاہنواز محمدی — شیخ حبیب الرحمن جامعی

گرافک ڈیزائن
نوشاد زین العابدین
www.zukhruf.net, Tel.99993072

ناشر
لجنۃ التعریف بالاسلام (IPC) کویت

رابطہ کا پتہ
IPC پوسٹ بکس نمبر: 1613 صفاۃ 13017 کویت
فاکس : 22400057
فون نمبر : 22444117 EXT. 104
ایمیل : safatalam12@yahoo.co.in
ویب سائٹ: www.ipc-kw.com

12

اس شمارے میں

کالمز	مضامین	صفحہ
تجلیات	افسوس گیا نورِ چراغ سحری کا	2
صدائے عرش	مال واولاد متاعِ فریب ہے	3
آئینۂ رسالت	سود خور ملعون ہے	3
دیارِ غیر میں	کویتی معاشرہ میں دینی رجحانات کی چند جھلکیاں	4
ہدایت کی کرنیں	امریکی عیسائی راہبہ حلقہ بگوش اسلام	5
دعوت وحکمت	وقت کی بچت کیسے کی جائے؟	6
تحفۂ رمضان	ماہِ رمضان کا دائمی تحفہ	8
آدابِ زندگی	سفر کے آداب	10
اصول کامرانی	فراغت ایک نعمت ہے	12
لمحۂ فکریہ	اسبابِ زوالِ امت...... کیوں اور کیسے؟	13
عظمتِ رفتہ	مسلمانوں کا علمی زوال...... کیوں اور کیسے؟	14
گوشۂ خواتین	اے دخترِ اسلام! تو باپ کو جنت کی نوید اور بشارت	15
نکہتِ گل		16
فقہ وفتاوی	آپ کے مسائل کا حل	17
خبر ونظر	عالم اسلام کی خبریں	18
باغیچۂ اطفال	مسلم بچوں کا ترانہ۔ ماں کی بددعا کا اثر	19
روداد چمن	IPC کے شب وروز	20
بزمِ ادب	چنگاریاں ۔ شہیدِ حق	21

❖ كلمة العدد (ماذا فقدنا بعد رمضان؟) ❖ قبس من القرآن الكريم ❖ قبس من الأحاديث النبوية
❖ حرص أهل الكويت في الدعوة الى الله ❖ أنوار الهداية ❖ كيف تستفيد من وقتك؟
❖ ماذا بعد رمضان ؟ ❖ آداب السفر ❖ إنحطاط المسلمين لماذا وكيف؟
❖ إنحطاط المسلمين في المجال العلمي ❖ الفراغ نعمة فاغتنمها ❖ أنت بشرى الجنة لأبويكِ
❖ الفتاوى الشرعية ❖ أخبار العالم الإسلامي ❖ أنشطة اللجنة
❖ دوحة الأطفال (أحسن إلى والدتك) ❖ ساحة الشعر والأدب

چار اہم سوال؟

۱۹۹۵ء کی بات ہے، قاہرہ کی ایک مجلس میں ''فیصل ایوارڈ'' یافتہ حضرات کو اظہارِ خیال کا موقع دیا گیا۔ ان میں بوسنیا کے صدر علی عزت بیگوچ بھی تھے۔ انہوں نے اپنے مقالے کے اخیر میں کہا کہ میرے ذہن میں چار سوال ہیں، میں چاہتا ہوں کہ جو اُن کا تسلی بخش جواب دے ''اُسے خدمت اسلام'' کا ''فیصل ایوارڈ'' ملے:

❁ پہلا سوال یہ کہ امت مسلمہ جسے اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں ''اقرأ'' (پڑھ) کا درس دیا ہے، اس وحی کو نازل ہوئے آج تقریباً چودہ سو سال سے زائد عرصہ ہو رہا ہے، اس کے باوجود اس امت کی اکثریت ناخواندگی کا شکار کیوں ہے؟

❁ دوسرا سوال یہ کہ اسلام میں وقت کی پابندی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ مثلاً: نماز کا وقت مقرر ہے، روزے کا مہینہ مقرر ہے، زکاۃ کا وقت مقرر ہے، حج کی تاریخ مقرر ہے...... لیکن دنیا میں سب سے زیادہ وقت کا ضیاع مسلمان کرتے ہیں، کیوں؟ وقت کی پابندی کے تئیں مسلمانوں کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ چند سال پہلے ''رباط'' میں ''تنظیم اسلامی'' (O.I.C) کی ایک چوٹی کانفرنس ہوی، جس میں مسلم ممالک کے بادشاہ، صدر وغیرہ بھی شریک تھے، یہ کانفرنس ۹ر گھنٹے تاخیر سے شروع ہوی!!!

❁ تیسرا سوال یہ کہ اسلام نے طہارت ونظافت کو نصف ایمان قرار دیا ہے، اس کی ہر عبادت طہارت اور صفائی ستھرائی سے وابستہ ہے، مگر کیا بات ہے کہ مجموعی طور پر مسلمان صفائی ستھرائی کے معاملے میں سب سے پیچھے ہیں؟

❁ آخری سوال یہ کہ اسلام میں ''توحید'' کے بعد ''اتحاد'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے، مگر کیا وجہ ہے کہ امت مسلمہ سب سے زیادہ اختلاف وانتشار کا شکار ہے؟

(مستفاد از اکیسویں صدی میں اسلام، مسلمان اور تحریک اسلامی۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، ص ۲۱۔ بحوالہ ماہنامہ راہ اعتدال، ستمبر ۲۰۰۷ء)

صدائے عرش

شیخ حبیب الرحمٰن جامعی

مال واولاد: متاع فریب ہے

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَاباً وَخَيْرٌ أَمَلاً﴾ (سورة الكهف ٤٦)

ترجمہ: "مال واولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے البتہ باقی رہنے والی نیکیاں ثواب اور اچھی توقع کے لیے بہت بہتر ہیں"۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں ان اہل دنیا کا رد ہے جو اپنے مال ودولت، آل واولاد اور قبیلہ وخاندان پر فخر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے فرمایا کہ تم ان چیزوں پر فخر مت کرو، یہ تو دنیائے فانی کی عارضی زینت ہیں۔ آخرت میں یہ چیزیں کچھ کام نہیں آئیں گی اسی لیے آگے فرمایا کہ آخرت میں کام آنے والے عمل تو وہ ہیں جو باقی رہنے والے ہیں۔

باقیات صالحات (باقی رہنے والی نیکیاں) کون سی یا کون کون سی ہیں؟ کسی نے نماز کو، کسی نے تحمید وتسبیح اور تکبیر وتہلیل کو اور کسی نے بعض اور اعمال خیر کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ عام ہے اور تمام نیکیوں کو شامل ہے۔ تمام فرائض وواجبات اور سنن ونوافل سب باقیات صالحات ہیں بلکہ منہیات سے اجتناب بھی ایک عمل صالح ہے جس پر عنداللہ اجر وثواب کی امید ہے
(تفسیر احسن البیان ص ۱۲۴۷)

مشرکین مکہ کے اصحاب جاہ ومرتبہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس وغیرہ اپنے مال ودولت، آل واولاد اور خاندانی وجاہت کے سامنے نہتے مسلمانوں کو حقیر سمجھتے اور ان پر اپنا رعب داب بٹھانے کی کوشش کرتے تھے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خام خیالی کا بھانڈا پھوڑ دیا کہ تم جو نہتے مسلمان سلمان فارسی، خباب بن ارت اور صہیب رومی وغیرہ پر نظر حقارت ڈالتے ہو اور دنیاوی جاہ ومنصب کے گھمنڈ میں مبتلا ہوگیے ہو سمجھ لو کہ یہ دنیاوی زینتیں متاع فریب، وقتی اور چند روزہ ہیں، یہ چیزیں تم کو آخرت میں کچھ کام نہ دیں گیں۔

آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو مال ودولت کے نشہ میں غرباء ومساکین کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کو حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہی حقیقت سمجھانے کے لیے سورہ کہف میں ایک باغ والے کا قصہ بیان کیا ہے جس میں مست مئے پندار ہوکر متکبرانہ دعویٰ کرنے والوں کے لیے عبرت ونصیحت کا سامان ہے، قصہ کچھ یوں ہے:

دو ساتھی تھے جن میں سے ایک کو اللہ پاک نے انگوروں کے دو باغ دے رکھا تھا، باغ ہرے بھرے اور شاداب تھے اور پھلوں سے لدے تھے جبکہ اس کا ساتھی تہی دست تھا، ایک دن باغ والے نے اپنے ساتھی کے اوپر فخر جتاتے ہوئے کہا کہ "میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور جتھے کے اعتبار سے بھی زیادہ مضبوط ہوں" پھر ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر قیامت ہوئی بھی تو وہاں بھی حسن انجام میرا مقدر ہوگا۔ اس کے مومن ساتھی نے اس کی متکبرانہ باتیں سن کر اسے نصیحت کی کہ تم اللہ کی ناشکری کیوں کررہے ہو، تجھے تو ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہنا چاہیے تھا، اگر مجھے مال واولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہے ہو، بہت ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے اس باغ سے بھی بہتر دے اور اس پر آسمانی عذاب بھیج دے تو یہ چٹیل اور چکنا میدان بن جائے چنانچہ ہوا ایسا ہی کہ اس کا سارا کا سارا باغ ہلاکت کی نظر ہوگیا اور وہ کف افسوس ملتا رہ گیا۔

بہرکیف! انسان کو مال ودولت، آل واولاد، اور قبیلہ وخاندان پر فخر نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ چیزیں دنیائے فانی کی متاع فریب ہیں، آخرت میں جو چیز کام آنے والی ہے وہ ہے اللہ اور اسکے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارنا۔

آئینۂ رسالت

سودخور ملعون ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کا بیان ہے کہ: "حضور ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے اور اس کی لکھا پڑھی کرنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا (یہ سب گناہ میں) برابر ہیں"۔ (مسلم)

تشریح: زیر نظر حدیث میں ایسے لوگوں پر لعنت بھیجی گئی ہے جو سودی کاروبار میں کسی حیثیت سے شریک ہوتے ہیں اور لعنت بھیجنے والے وہ شخص ہیں جو انسان تو کجا جانوروں اور چرندو پرند تک کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گے تھے۔ اور جنکے اخلاق کریمانہ کی گواہی خود خالق کائنات نے دی تھی کہ "آپ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں" اس کے باوجود آپ نے ایسے لوگوں پر لعنت بھیجا۔ اس کا راز آخر کیا ہوسکتا ہے؟

اسلام نے اپنا اقتصادی نظام ایک خاص عقیدے پر قائم کیا ہے کہ مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان کو اس پر وقتی ملکیت دی گئی ہے۔ لہذا وہ اپنے مال میں سے سماج کے ان فقراء ومساکین کا بھی حق نکالے جو معاشی جدوجہد میں پیچھے رہ گیے ہیں، اسی لیے اسلام میں زکاۃ کی فرضیت عمل میں آئی اور صدقات وخیرات کی ترغیب دی گئی، جس سے لوگوں میں ہمدردی وغمخواری کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنا رہتا ہے۔ جبکہ سود سود لینے والے کے اندر خود غرضی وانانیت پیدا کرتی ہے، چنانچہ وہ اپنی ذات کے علاوہ کسی اور کی فکر نہیں کرتا، اسی طرح سود معاشرے کے افراد میں عداوت ودشمنی پیدا کرتا ہے، جس سے معاشرے میں فساد وبگاڑ جنم لیتا ہے جبکہ اسلام باہم میل محبت اور اتفاق واتحاد پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں سود کی اس قدر سخت مذمت بیان کی گئی ہے کہ جسے سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ اور اسکے رسول نے سودخور سے جنگ کا اعلان کیا ہے "اگر تم سودخوری سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اسکے رسول کی جانب سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے"۔ سودخور سود کی رقم استعمال کرکے گویا اپنی ماں سے زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ (حاکم) "سود کے تہتر دروازے ہیں ان کا سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ جیسے کوئی آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے"۔ اور مسند احمد کی روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا: دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً "سود کا ایک درہم جسے ایک آدمی جانتے بوجھتے کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک 36 زنا سے بھی بدتر ہے"۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے پیٹ گھر کی مانند تھے جس میں سانپ بھرے تھے اور باہر سے نظر آرہے تھے۔ میں نے جبریل امین سے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبریل نے جواب دیا: یہ سودخور لوگ ہیں"۔ (احمد اور ابن ماجہ)

خلاصہ یہ کہ سود ایک معاشرتی، سماجی اور دینی جرم ہے جو نہایت خطرناک ہے، لوگوں میں عداوت ودشمنی کا سبب بنتا ہے اور باہم تعاون وہمدردی کی روح کا خاتمہ کرتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسے اداروں میں کام کرنے سے پرہیز کریں جو سودی کاروبار کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں لعنت سودی کاروبار کے گواہ اور لکھنے والے پر بھی کی گئی ہے۔

ایڈیٹر

افسوس گیا نور چراغِ سحری کا

ابھی چند ایام قبل ہم نے ماہِ رمضان کے بابرکت دنوں اور اُس کی نورانی راتوں کو الوداع کیا ہے، یہ دراصل ایک ماہ کا ریفریشر کورس تھا جس کے اثرات گیارہ مہینوں تک ہم پر باقی رہنے تھے، رمضان ہمارے احوال کی اصلاح کے لیے آیا تھا، روزہ ہمارے اندر تقویٰ کی صفت پیدا کرنے کے لیے آیا تھا، لیکن کیا ایسا ہو سکا؟...... کیا ہم نے رمضان سے کچھ سبق سیکھا؟ واقعی کچھ پاک طینت نفوس نے رمضان سے خوب خوب فائدہ اٹھایا، نیکیوں سے اپنا دامن مراد بھرا اور اب تک نیکی کی راہ پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین تاہم مسلم معاشرے میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو رمضان کے پیغام کو سمجھ نہیں پاتے، رمضان میں روزہ رکھتے ہیں، شب بیداری کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور رمضان کے جاتے ہی اپنی سابقہ روش پر لوٹ آتے ہیں، ادھر ہلال عید طلوع ہوا اور ادھر محارم کی بے حرمتی ہونے لگی، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ وہ مسجدیں جو نمازیوں کی کثرت سے تنگ دامانی کا شکوہ کر رہیں تھیں آج اس کی کشادہ عمارتیں انہیں دیکھنے کے لیے ترس رہی ہیں، قرآن کریم جس میں ان کے رات ودن بسر ہوتے تھے آج طاقوں کی زینت بن چکا ہے، سحری کے وقت کی چھک پھک خوابیدگی کی نظر ہو چکی ہے، فلمی نغمے اور موسیقی کے رسیا اپنی پہلی حالت پر لوٹ چکے ہیں۔

ایسے لوگوں پر مکہ کی ریطہ بنت سعد نامی پاگل عورت کا قصہ صادق آتا ہے جو دن بھر محنت کر کے سوت کاتتی، جب سوت بالکل مضبوط ہو جاتا تو شام ہوتے ہی اُسے چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی......لیکن چونکہ وہ ماؤوف العقل تھی اس لیے ایسا کر گذرتی تھی......اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل میں اہل ایمان کے لیے یہی مثال بیان کی ہے کہ ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا﴾ یعنی اس عورت کی طرح مت بنو جس نے اپنا مضبوط سوت کاتنے کے بعد اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ظاہر ہے جس نے راتوں کی نیند اور دن کے سکون کو خیرباد کیا اور مسلسل ایک مہینہ تک عبادت وریاضت میں لگا رہا، مہینہ ختم ہوتے ہی اپنے کیے دھرے پر پانی پھیر دے تو کیا اُسے عقل مند کا نام دیا جائے گا؟ اور کیا اس کی مثال اس عورت کی سی نہ ہوگی جو روزانہ مضبوط سوت کاتتی اور شام میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی؟

اب ذرا ہم دل کو ٹٹولیں اور من سے پوچھیں! ہم نے روزے کیوں رکھے؟ ہم نے تراویح کا اہتمام کیوں کیا؟ ہم نے قرآن کریم کی تلاوت کیوں کی؟ ہم نے صدقات وخیرات میں حصہ کیوں لیا؟ اسی لیے نا تاکہ ہمارا خالق ومالک اور مربی ہم سے راضی ہو جائے۔ جب ہم نے یہ سب کام اُسی ذات کو راضی کرنے کے لیے کیا تو رمضان کے بعد اس کے احکام کی پامالی کیوں؟ ہم سب اپنے مالک کے بندہ اور اس کے نوکر ہیں اور ایک وفادار نوکر اپنے مالک کے حکموں کو ہمیشہ سر آنکھوں پر رکھتا ہے۔

فرض کیجئے! ایک مالک اپنے نوکر کو ہر سال کسی خاص مہینے میں اس کی تنخواہ سے زیادہ مشاہرہ دیتا ہے، قیمتی انعامات اور بیش قیمت تحائف سے نوازتا ہے تو کیا عقل اس بات کی تائید کرتی ہے کہ غلام صرف اس مہینے میں مالک کی تابعداری کرے اور اس کے اشارہ پر ناچتا رہے اور بقیہ گیارہ مہینے اس کی اطاعت کا قلادہ گردن سے نکال پھینکے؟ بلکہ نوکر ہونے کے ناطے اس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پورے سال اپنے مالک کی خدمت بجالاتا رہے' خواہ اُسے بخششیں ملیں یا نہ ملیں۔ ہاں! اگر اُسے بخششیں ملتی ہیں تو اُن بخششوں کا تقاضا ہے کہ اُس کی اطاعت وتابعداری میں مزید نکھار پیدا ہو اور سال بھر اپنے مالک کا وفادار نوکر بنا رہے۔

تو پھر ہم بھی تو اپنے خالق ومالک کے غلام اور اس کے بندہ ہیں، ہم کبھی کچھ نہیں تھے جس ذات پاک نے ہمیں قطرۂ آب سے پیدا کیا اور ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا ان احسانات کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم ہر وقت، ہر آن اور ہر لحہ اپنے محسن حقیقی کی تعمیل میں لگے رہیں، البتہ اگر سال کے کسی خاص مہینے میں رحمت ورضوان کی بارش ہوتی ہے تو اس سے خوب فیضیاب ہو لیں تاہم یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ ہم نے حق عبدیت ادا کر دیا۔

صد حیف آج اسلام کے سپوتوں نے اسلامی تعلیمات کو اپنے ذہن ورجحان کے مطابق ڈھال رکھا ہے، امت مسلمہ کا یہ عجیب المیہ ہے کہ اس کے بعض افراد کے ذہن ودماغ میں دین کا نہایت غلط تصور بیٹھ گیا ہے، بعض اوقات اور مناسبات میں عبادات کی ادائیگی کو ہی اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ جسطرح عیسائی ہفتہ میں ایک دن چرچ کو جاتے ہیں ویسے ہی کچھ فرزندان اسلام ہفتہ میں ایک دن مسجد چلے جاتے ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ خود کو پکا مسلمان ثابت کرتے ہیں۔ کسی اللہ والے سے پوچھا گیا کہ جو لوگ محض رمضان میں عبادت کرتے ہیں اور رمضان کے ختم ہوتے ہی اپنی روش پر لوٹ آتے ہیں ان کی بابت آپ کیا کہتے ہیں......؟ تو انہوں نے فرمایا: بِئْسَ الْقَوْمُ لَا يَعْرِفُونَ اللّٰهَ اِلَّا فِيْ رَمَضَانَ "نہایت بُری قوم ہے وہ جو اللہ کو صرف رمضان میں پہچانتی ہے"۔

جی ہاں! ہم نے رمضان کی عبادت نہیں کی بلکہ رمضان کے رب کی عبادت کی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، ایک مسلمان اللہ کی عبادت دن اور مہینے کی تخصیص کے ساتھ نہیں کرتا بلکہ اس کی پوری زندگی عبادت میں بسر ہوتی ہے، اس کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا سب اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہر وقت، ہر آن اور ہر لحہ اپنے خالق ومالک کے احکامات کو سر آنکھوں پر رکھیں، ہماری زندگی کا مقصد دین الٰہی کی سرفرازی ہو، اسی کے لیے مریں اور اسی کے لیے زندہ رہیں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

محمد خالد اعظمی (کویت)

امریکی عیسائی راہبہ حلقہ بگوش اسلام

اسلام دین فطرت ہے، اور ہر اس شخص کے دل کی آواز ہے جو اس کے قریب ہوتا ہے اور اس کے دامن میں پناہ لینا چاہتا ہے، امریکا میں ایک عیسائی راہبہ ہومز ریڈین نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ ریڈین اپنے ماضی پر انتہائی ندامت کا اظہار کرتی ہیں کہ انہوں نے بچوں کو نصرانیت کی تعلیم دے کر خود پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ ہومز ریڈین قبول اسلام کے بعد نماز باقاعدگی سے ادا کرتی ہیں۔

ہومز نے اپنے والد کے انتقال کے موقع پر سوگ کے حوالے سے بعض ایسے اسلامی شعائر پر عمل کیا جو انہوں نے سیکھا تھا۔ ان تعلیمات کے ذریعے، بقول ہومز ریڈین انہیں غم کے اس موقع پر خود کو سنبھالنے میں بڑی مدد ملی۔ ہومز کا کہنا ہے کہ وہ اسلام کی طرف ایک غیبی طاقت کی وجہ سے راغب ہوئیں۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ مجھے ایسا لگا کہ میں دین اسلام میں حضرت

عیسیٰ ؑ کے اشارے پر داخل ہورہی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں ماضی میں بچوں کو مسیحی بنانے کے عمل پر شدید ندامت ہے۔ اس کی تلافی دعوت اسلامی کے کام میں زیادہ دلچسپی لے کر وہ کرنا چاہتی ہیں۔

اس طرح کے واقعات سے قرآن مجید کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ عیسائی حضرات اسلام سے زیادہ قریب ہیں۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۸۳ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"(اور وہ (نصاریٰ) رسول کی طرف نازل کردہ کلام کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوتی تم دیکھتے ہو، اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ دے جو تصدیق کرنے والے ہیں"۔

اسلام کی صداقت لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے اسی وجہ سے ہر قوم کے لوگ اسلام میں داخل ہورہے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ حکمت و دلسوزی کے ساتھ اسلام کا پیغام لوگوں تک پہونچایا جائے اور عملی زندگی میں اس کا نمونہ پیش کیا جائے۔

ابراہیم بھائی کے قبولِ اسلام کی کہانی خود ان کی زبانی

محمد شاہنواز محمدی (کویت)

میرا قدیم نام تھوماس ادموند پاؤل اور اسلامی نام ابراہیم ہے۔ میں عیسائی دھرم سے تعلق رکھتا تھا۔

میرے اہل خانہ شروع سے کٹر عیسائی ہیں اور ہر ہفتہ پابندی سے چرچ کی زیارت کرتے ہیں، میں خود "کراس" پکڑنے میں پیش پیش رہتا تھا۔ اس کے باوجود میں روایتی انداز کا عیسائی تھا، کبھی بائبل کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ جب بغرض روزگار کویت آیا تو یہاں ایک عیسائی دوست کے ساتھ میری نشست و برخاست ہونے لگی، وہ عیسائیت سے متعلق کافی معلومات رکھتا تھا، اور ہر وقت بائبل کے حوالے سے بات کرتا تھا جس سے میرے دل میں بھی بائبل کے مطالعہ کا شوق جاگا۔ چنانچہ میں نے بائبل کا ایک نسخہ حاصل کیا اور مطالعہ کرنے بیٹھا، نہ جانے کیا ہوا کہ بائبل کے مطالعہ میں میرا دل نہ لگا اور میرے اندر عجیب طرح کی بے چینی پیدا ہونے لگی، میں نے اسی وقت بائبل کو بند کردیا۔ جب میں نے اپنے عیسائی دوست سے اس معاملہ میں بات کی تو اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ "تم نے بائبل پہلی بار پڑھی ہے اس لیے تیرا دل اس میں نہیں لگ رہا ہے، دھیرے دھیرے جب معمول بن جائے گا تو اس کے مطالعہ میں لطف محسوس کروگے۔ ویسے بھی عیسائیت سب سے اچھا اور قدیم مذہب ہے"۔

تہوار میں دوستوں کے مابین کیک اور مٹھائیاں تقسیم کرنا میرا معمول بن گیا تھا، جب عادت ایک تہوار کی مناسبت سے ہم سب مل کر کیک کھا رہے تھے، وہاں میرا ایک مسلم دوست بھی موجود تھا، اس کی ایک بات پر میں چونک پڑا، اس نے کہا کہ عیسیٰ ؑ اللہ کے بیٹا نہیں تھے بلکہ ایک نبی اور اللہ کے رسول تھے۔ اس بات پر ہم دونوں میں کافی نوک جھوک اور بحث وتکرار ہوئی، میں اس وقت عیسائیت کی کوئی خاص معلومات نہیں رکھتا تھا، اس لیے مجھے جواب دینے میں جھجک محسوس ضرور ہوئی تاہم اسی وقت میں نے یہ عزم کرلیا کہ عیسائیت اور اسلامی تعلیمات کا گہرائی سے مطالعہ کروں گا تاکہ اس کی باتوں کا ٹھوس جواب دے سکوں اور اس پر واضح کردوں کہ عیسائیت ہی سچا اور حق مذہب ہے۔ چنانچہ پھر میں ایک نئے جوش وولولہ کے ساتھ بائبل کا مطالعہ شروع کیا۔ میں نے اس میں بہت سی وہ باتیں پائیں جن پر مسلمان عمل پیرا ہیں لیکن عیسائی ان اعمال سے کوسوں دور ہیں۔ مثلاً ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ کے ضمن میں چشمۂ زمزم کا پھوٹنا، ہاجرہ علیہا السلام کا صفا ومروہ پر دوڑ لگانا، شراب، خنزیر، قماربازی کی حرمت، بت پرستی کی مذمت اور توحید کا اثبات پایا۔ دوران مطالعہ خاص کر جس چیز پر میری نظر گئی وہ ہے عیسیٰ ؑ کا فرمان "مجھے جانا ہوگا کیونکہ میرے بعد ایک نبی آئیگا وہ آپ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائیگا"

ان باتوں نے میرے ذہن ودماغ میں ہلچل مچادی، اور بے شمار سوالات اور شبہات کو جنم دیا۔ اسی اثناء ہندوستان سے ایک بڑا پادری کویت آیا تھا، میں نے موقعہ کو غنیمت جانا اور اس کے سامنے اپنے اشکالات رکھے، لیکن اس کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا، ایک مبہم سا جواب ملا کہ دوسرے پادری سے پوچھ کر جواب دوں گا۔ لیکن جواب ندارد۔

میرا مسلم دوست مجھے بعض اسلامی تعلیمات سے آشنا کراتا رہا مزید کچھ کتابیں دیں جنہیں کافی دلچسپی سے پڑھا۔ اسلامی تعلیمات میرے تن بدن میں سرایت کرنے لگیں تھیں، پھر مجھے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ ملا جسے پوری لگن سے پڑھا، جوں جوں قرآن شریف کا مطالعہ کرتا جارہا تھا میرا دل ایمان کی حلاوت سے لبریز ہوتا جارہا تھا۔ وہ تمام سوالات وشبہات جو بائبل کے مطالعہ کے دوران میرے ذہن میں گردش کررہے تھے اسکا اطمینان بخش جواب مجھے قرآن میں مل چکا تھا۔ اب میں چرچ سے کنارہ کشی اختیار کرنا شروع کردیا، اس کے بعد صحیح البخاری کے انگریزی ترجمہ کا مطالعہ بھی کیا۔ اب حق سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی۔ نور ایمان سے میرا دل منور ہوچکا تھا، عیسیٰ ؑ کا صاف وشفاف تصور میرے ذہن میں اپنی جگہ بنا چکا تھا۔ مریم علیہا السلام کے حقیقی مقام۔ جو قرآن نے انہیں عطا کیا ہے۔ سے واقف ہوچکا تھا، اور فرسودہ عیسائی نظریات کی حقیقت مجھ پر عیاں ہوچکی تھی۔ چرچ کی دیوار میرے ذہن وجسم سے منہدم ہوچکی تھی۔ چنانچہ میں نے قبول اسلام سے پہلے ہی نماز کی دعائیں ازبر کرلیں اور اپنے روم میں ہی نماز کی لذت سے روح وجسم کی تشنگی کو بجھانے لگا۔ پھر ایک دینی محفل میں مولانا صفات عالم کے سامنے دخول اسلام کا اعلان کیا"۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی نِعْمَۃِ الْاِسْلَامِ

کویتی معاشرہ میں دینی رجحانات کی چند جھلکیاں

عنوان سے ظاہر ہے کہ آج ہم "دیارِ غیر" کے کالم میں کویتی معاشرے میں دینی روایات کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتے ہیں تاہم اس سے کسی کو یہ مغالطہ نہ ہونے پائے کہ ہم اہل کویت کی جھوٹی تعریف کرکے خاکم بدہن ان کا منظورِ عقیدت بننا چاہتے ہیں۔ میری ایسی کوئی سوچ ہرگز نہیں ہے۔ البتہ جہاں اسلامی اقدار وروایات کی بہت حد تک پابندی ہورہی ہو اور وہاں کچھ ایسی خوبیاں ہوں جن سے ہمارا دامن خالی ہے تو ضرورت پڑتی ہے کہ انہیں اجاگر کیا جائے تاکہ ہم بھی انہیں اپنے لیے مشعل راہ بنا سکیں۔ ہم نے برصغیر پاک وہند کے دینی روایات کا جائزہ لیا، وہاں کے رسم ورواج پر نظر ڈالی پھر کویتی معاشرے پر نگاہ پڑی تو بیشمار دینی روایات میں مغائرت پائی، واقعہ یہ ہے کہ ہم جس سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں اس معاشرہ پر ہندو تہذیب کی نمایاں چھاپ نظر آتی ہے ..... یہ المیہ ہے کہ ہم نے اقلیم ہند پر صدیوں تک حکومت کی تاہم ہم تو برادران وطن پر اسلامی تہذیب کی کوئی چھاپ نہ چھوڑ سکے البتہ ہم انکے رنگ میں ضرور رنگ گیے۔ اسی لیے اب تک ہم عقائد عبادات، معاملات، اور معاشرت ومعیشت کے مختلف ابواب میں ہندو رسم ورواج کی جکڑ بندیوں میں الجھے ہوئے ہیں۔

ہاں !! ابھی ہم جس ملک میں وقتی طور پر بود وباش رکھتے ہیں، یہ ایک مسلم ملک ہے جہاں مغربی تہذیب کی دراندازی کے باوجود جگہ جگہ پر اسلامی معاشرہ کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ یہاں کے باشندگان بالعموم اسلامی اقدار وروایات کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اس اعتراف کے ساتھ کہ دیگر ممالک کے جیسے یہ ملک بھی بُرائیوں سے خالی نہیں تاہم خُذ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدِرَ کے تحت اس کالم میں چند دینی خوبیاں سپرد قلم کی جائیں گی، سردست پہلی خوبی پر نظر ڈالیں۔

دعوتی تڑپ

کویتی معاشرہ میں دعوت کا بے پناہ رجحان پایا جاتا ہے، اہل کویت غیر مسلموں کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے بے چین رہتے ہیں، اس کی واضح مثال کویت میں IPC کی مختلف شاخوں کا وجود اور سن تاسیس سے اب تک ۴۵ ہزار سے زائد مرد وخواتین کا اسلام قبول کرنا ہے۔ اس میں اہل کویت کے مادی تعاون کے ساتھ ساتھ ان کا معنوی تعاون بھی شامل رہا ہے۔ آج بھی کویتی گھروں میں کام کرنے والے مرد وخواتین اپنے کفیل کی دعوت پر ہی اسلام کو گلے لگا رہے ہیں۔

IPC کی ہر شاخ میں ایک آدمی محض دعوتی پیکج کے لیے کال اٹھانے پر مامور ہوتا ہے جو پتہ نوٹ کرکے ڈرائیور کے حوالے کردیتا ہے اور ڈرائیور مطلوبہ پتہ پر دعوتی پیکج پہنچا آتا ہے، دعوتی پیکج پڑھنے کے بعد اسلام کی جانکاری کی مزید چاہت ہوتی ہے تو کفیل اُسے IPC کی کسی شاخ میں لاتا ہے چنانچہ اس کی زبان میں بات کرنے والا داعی اُسے اسلام سمجھاتا ہے، اگر شرح صدر حاصل ہوگیا تو اسی وقت کلمہ شہادت کی گواہی دے کر اسلام کو گلے لگالیتا ہے۔ پھر اس کے فائل کھول دیے جاتے ہیں جس میں قبول اسلام کا قصہ اور اس سے متعلق بنیادی معلومات درج کی جاتی ہیں۔ اور کفیل کی اجازت سے ہفتہ واری تربیتی کلاسیز میں آکر اسلام سیکھنا شروع کردیتا ہے۔

ان سارے مراحل میں ظاہر ہے کفیل کا پورا تعاون حاصل ہوتا ہے۔ راقم سطور تقریبا ۵ سال سے IPC میں کام کررہا ہے، اس بیچ کویتیوں کے دعوتی جذبہ کو دیکھ کر بڑا رشک آیا۔ کتنے لوگ یہاں آکر مختلف دعوتی پیکج لے کر جاتے ہیں اور غیر مسلم عاملوں میں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ "بوجمد" نام کے ایک کویتی عرصہ سے ہمارے پاس آتے ہیں، ان کا معمول سا بن گیا ہے کہ سرراہ چلتے

غیر مسلم سے پیار ومحبت سے بات کرکے IPC میں داخل کرکے اُسے دعاۃ کے پاس بیٹھا دیتے ہیں یا کم از کم اُسے دعوتی پیکج ضرور دیتے ہیں۔

مدارس وجامعات کے مختلف شعبوں میں زیر تعلیم کویتی بچے پکنک کے پروگرام کے لیے کبھی کبھی IPC آتے ہیں، جب ان کے سامنے IPC کی دعوتی کارکردگی پیش کی جاتی ہے تو ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ اپنے گھروں میں کام کرنے والے مرد وخواتین کے لیے دعوتی پیکج ضرور لے کر جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے راقم سطور اپنی آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کویتی فوجی وردی زیب تن کیے IPC میں داخل ہوا، اپنے ساتھ اس نے انگریزی زبان میں بھگوت گیتا لے رکھا تھا، گفتگو کے دوران اس نے بتایا کہ مجھے ہندو دھرم کی مذہبی کتابیں ہندوستان کی مختلف زبانوں میں چاہیے ، منگوانے میں جو اخراجات آئیں گے وہ میں دے رہا ہوں، میں نے عرض کیا: آپ ہندو دھرم کی کتابیں لے کر کیا کریں گے ،جبکہ آپ مخاطب کی زبان نہیں جانتے۔ اس نے کہا: اسلام کی تائید میں جو اشلوک ان کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں، ان پر نمبر اور صفحہ کے ساتھ نشان لگالیتا ہوں۔ اور جب کوئی غیر مسلم ملتا ہے تو اُسے دعوتی کتابوں کے ساتھ ساتھ یہ نشان زدہ اشلوک بھی پڑھاتا ہوں۔ تاکہ اُسے یقین ہوجائے کہ ہم اُسے کسی نئی چیز کی طرف دعوت نہیں دے رہے ہیں بلکہ اُسی کی امانت اس کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔

فوجی ہونے کے باوجود ایسا دعوتی جذبہ دیکھ کر میں عش عش کرتا رہ گیا، اپنے نفس کا محاسبہ کرنے لگا کہ محکمہ فوجداری کا ایک فرد جب دعوت کے لیے اس حد تک سوچتا ہے تو ہمیں کس قدر سوچنا چاہیے۔ جی ہاں یہ اور اس طرح کے دیگر کویتی معاشرے کے واقعات جہاں ہمارے لیے قابل رشک ہیں وہیں ہماری غیرت کو بھی للکارتے ہیں کہ آج جن غیر مسلموں کے ساتھ ہماری نشست وبرخواست ہورہی ہے، اور جن کی زبان سے ہم واقف ہیں ان کے تئیں ہم نے اپنی ذمہ داری کس حد تک نبھائی کل قیامت کے دن اگر وہ دربار الٰہی میں ہمارے خلاف شکوی کریں گے کہ فلاں ہمارا پڑوسی تھا لیکن ایک دن بھی ہم تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا تو آخر ہم کیا جواب دے سکیں گے ......؟

آج غیر مسلموں کو اسلام کا پیغام پہنچانا تو درکنار بعض مسلم بھائی ایسے ہیں جو غیر مسلموں کو اسلامیات کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو یہ سوچ کر اس کے ہاتھ سے کتاب چھین لیتے ہیں کہ اسلامی کتاب غیر مسلم کو نہیں پڑھنا چاہیے۔ ایسے کئی واقعات راقم سطور کے سامنے پیش آئے ہیں۔ بلکہ کچھ لوگ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر ریاستی زبانوں میں اسلامی کتابیں دیکھ کر بپھر جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، میں نے ایک ہندی زبان جاننے والے ایک مسلم بھائی کو ہندی زبان میں اسلامیات پر ایک کتاب دی، کتاب کا نام پڑھتے ہی طیش میں آکر کتاب نیچے پھینک دیا اور برجستہ کہا: تم نے اسلام کی بات ہندی زبان میں لکھی ہے...... وہ صاحب اس انداز میں پیش آئے اور ایسا لب ولہجہ اپنایا کہ گویا میں ہندی میں کتاب لکھ کر انکی نگاہ میں مجرم ٹھہرا تھا......

میں یہ نہیں کہتا کہ سارے لوگ ایسی ذہنیت رکھتے ہیں بلکہ اس سے بتانا مقصود یہ ہے کہ آج تک ہمارے معاشرے میں اس طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں جو اسلام کو آبائی میراث سمجھتے ہیں جبکہ آخری نبی کی بعثت ساری انسانیت کے لیے ہوئی تھی "ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"
(انبیاء ۱۰۷)

(جاری)

تھے جن سے گفتگو میں اختصار برتا جاسکتا تھا۔ اور کون سے ایسے کام تھے جن سے بے توجہی برتی گئی۔ اس کی ایک مثال نیچے ہے:

۱	پانچ وقت وضو اور نماز ادا کرنے میں	۶۰ منٹ
۲	صبح تلاوت کلام پاک	۳۰ منٹ
۳	رکشا کا انتظار	۱۵ منٹ
۴	اخبار پڑھنے میں	۳۰ منٹ
۵	دانت صاف کرنے میں	۵ منٹ
۶	نہانے میں	۱۰ منٹ
۷	دکان جا کر دن بھر میں پانچ عدد پان کھانے میں	۲۵ منٹ
۸	خورد ونوش (تین وقت)	۶۰ منٹ
۹	ٹیلیویژن دیکھنے یا خبریں سننے میں	۴۰ منٹ
۱۰	قیلولہ	۹۰ منٹ
۱۱	چہل قدمی	۶۰ منٹ
۱۲	ڈاک سے آئے خطوط پڑھنے اور جواب دینے میں	۶۰ منٹ
۱۳	آفس یا مدرسہ کی ڈیوٹی (چار گھنٹے)	۲۴۰ منٹ
۱۴	دعوتی کتب کا مطالعہ یا تیاری (دو گھنٹے)	۱۲۰ منٹ
۱۵	احباب کے ساتھ گپ شپ (دو گھنٹہ بیس منٹ)	۱۴۰ منٹ
۱۶	بچوں کا ہوم ورک چیک کرنے میں	۳۵ منٹ
۱۷	رات کو آرام (۷ گھنٹے)	۴۲۰ منٹ
	کل (چوبیس گھنٹے)	۱۴۴۰ منٹ

مذکورہ عملی مشق کے چارٹ کے مطابق ایک ہفتہ تک الگ الگ کاموں میں صرف ہونے والے وقت کو نوٹ فرمایئے۔ اس بات کا جائزہ لیتے رہیے کہ اپنے آپ کو کس وقت اور کن کاموں میں زیادہ چاق و چوبند یا تھکا ہوا پایا۔ اس بات کا جائزہ لیجیے کہ قیلولہ، گپ شپ، چہل قدمی اور پان کھانے میں کتنا وقت صرف ہوا۔ کیا ان اوقات میں کٹوتی کرکے فاضل وقت دوسرے کاموں میں نہیں لگایا جاسکتا تھا؟ یہ بھی جائزہ لیجیے کہ داعی کی حیثیت سے آپ نے دعوتی امور پر کتنا وقت صرف کیا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وقت گذارنے کے لیے وقت نکالا یا نہیں؟

مذکورہ بالا چارٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل وعیال کے لیے وقت نہیں نکالا گیا۔ نیز قیلولہ (۹۰ منٹ) گپ شپ (۱۴۰ منٹ) اور پان کھانے کی عادت (۲۵ منٹ) ایسے غیر ضروری کام ہیں جن پر مجموعی حیثیت سے ۲۵۵ منٹ یعنی چار گھنٹے ۱۵ منٹ صرف کیے گئے۔ اگر قیلولہ سے صرف ۳۰ منٹ، اور گپ

شپ کے ٹائم سے صرف ۴۰ منٹ یعنی روزانہ ۷۰ منٹ بچا لیے جائیں تو ایک ہفتہ میں ۴۹۰ منٹ (۸ گھنٹے ۱۰ منٹ) کی بچت ہوسکتی ہے۔ جس سے قرآن مجید کے کچھ حصے یاد کیے جاسکتے ہیں، کوئی نئی زبان سیکھنے میں وقت صرف کیا جاسکتا ہے، کوئی مضمون تحریر کیا جاسکتا ہے، کسی دلت بستی میں خدمت خلق کا کام کیا جاسکتا ہے، اپنے علاقہ میں رفاہ عام کا کام کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ کے اندر جذبہ ولگن ہو، وقت کی پابندی کرنے اور وقت بچانے کی خواہش ہو۔

وقت کی پابندی کرنے اور وقت بچانے کی عادت ڈالنے کے لیے روزانہ کا ایک چارٹ پیش کیا جاتا ہے۔ ایک مہینہ میں اس چارٹ پر عمل کیجیے۔ آپ کے اندر عظیم انقلاب آجائے گا۔ ان شاء اللہ۔ چارٹ کے اوقات کی حیثیت ایک خاکہ کی ہے۔ اپنی ضرورت کے مطابق اس میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ خصوصی طور پر نماز کے اوقات میں جو موسم کی تبدیلی کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

دعاۃ کے لیے روزانہ کا پروگرام

۱	صبح ۵ بجے سے ۶ بجے تک	بیداری، وضو اور نماز فجر
۲	صبح ۶ بجے سے ۶:۳۰ تک	تلاوت کلام پاک
۳	صبح ۶:۳۰ سے ۷:۳۰ تک	چہل قدمی، کسرت اور اخبار کا مطالعہ
۴	صبح ۷:۳۰ سے ۸:۳۰ تک	نہانا دھونا
۵	۸:۳۰ سے ۹ بجے تک	ناشتہ
۶	صبح ۹ بجے سے ۹:۳۰ تک	اس دن کے کام کی فہرست تیار کرنا
۷	۹:۳۰ سے ۱۲:۳۰ تک	لکچر یا دعوتی کتب کا مطالعہ یا دعوت کی تیاری
۸	۱۲:۳۰ سے ۱:۱۵ تک	ظہر کی نماز
۹	۱:۱۵ سے ۱:۴۵ تک	دوپہر کا کھانا
۱۰	۱:۴۵ سے ۲:۴۵ تک	قیلولہ
۱۱	۲:۴۵ سے ۳:۴۵ تک	اجتماعی مطالعہ یا اجتماعی مباحثہ یا خطوط پڑھنا اور جواب دینا۔
۱۲	۳:۴۵ سے ۴:۱۵ تک	عصر کی نماز
۱۳	۴:۱۵ سے ۶ بجے تک	کھیل کود، اہل وعیال کے ساتھ امور خانہ داری سے متعلق گفتگو، نزدیکی رشتہ داروں، پڑوسیوں سے ملاقات
۱۴	۶ بجے سے ۶:۳۰ تک	مغرب کی نماز
۱۵	۶:۳۰ سے ۷:۳۰ تک	بچوں کا ہوم ورک چیک کرنا یا قرآن پاک کی بعض سورتیں یاد کرنا
۱۶	۷:۳۰ سے ۸:۳۰ تک	دعوتی کتب کا مطالعہ یا لکچر کی تیاری یا احادیث کا مطالعہ
۱۷	۸:۳۰ سے ۹ بجے تک	عشاء کی نماز
۱۸	شام ۹ بجے سے ۹:۳۰ تک	رات کا کھانا
۱۹	۹:۳۰ سے ۱۰ بجے تک	خبریں سننا، ٹیلی ویژن دیکھنا
۲۰	رات ۱۰ بجے سے صبح ۵ بجے تک	خواب استراحت

(یہ چارٹ ان دعاۃ کے لیے ہے جو دعوتی کام پر مامور ہیں۔ مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے حضرات جو دعوت دین کی تڑپ رکھتے ہوں، خواہ غیر شادی شدہ ہوں یا اہل وعیال والے ہوں، وہ بھی اس چارٹ سے رہنمائی حاصل کرکے اپنے اوقات کی تنظیم کرسکتے ہیں۔ اپنی ضرورت اور ماحول کے مطابق اپنی مصروفیات کو خانوں میں تقسیم کرکے دعوت کے لیے وقت نکال سکتے ہیں، اور اپنے کو وقت کا پابند بنا سکتے ہیں، کیوں کہ ہر مسلمان داعی ہے اور دعوتی فریضے میں کوتاہی قابل گرفت ہے۔)

ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

قسط-۷

وقت کی بچت کیسے کی جائے؟

عام طور پر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ حالاں کہ روئے زمین پر جو چیزیں بھی اللہ نے پیدا کی ہیں وہ وافر مقدار میں موجود ہیں۔ وقت بھی انھی میں ایک ہے۔ اگر لوگ اسے ضابطہ کے مطابق صرف کریں تو کام کرنے کے لیے بہت سا فاضل وقت نکال سکتے ہیں۔

صبح کے اوقات قیمتی اور بابرکت ہوتے ہیں۔ ان اوقات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میری امت کی صبح کے اوقات میں برکت دے۔''

کچھ لوگ صبح دیر سے اٹھنے کے عادی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ دیر سے بستر پر جانے کے عادی ہیں۔ کچھ لوگوں کو دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ بے ڈھنگے طریقے سے وقت برباد کرنے کے عادی ہیں۔ ان کی شام ہوگی تو بے فائدہ مٹر گشتی کرنے میں، رات ہوگی تو خواہ مخواہ باتوں یا غیر ضروری گپ شپ کرنے میں۔ دن کا وقت کٹے گا' سونے میں۔

آپ مشاہدہ کریں گے کہ عام مسلمان چوراہوں اور مکان کی چھتوں پر، ہوٹل یا چائے خانوں میں بیٹھے گانے سن رہے ہوں گے۔ پتنگ اڑا رہے ہوں گے یا کسی کی غیبت کر رہے ہوں گے۔ ان کے سامنے کوئی منزل یا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ ملت کے ایسے افراد مردہ ہیں۔ ان سے اسلامی ثقافت کی تبلیغ کرنے کی امید یا ملت اسلامیہ کے لیے دھڑکتے جذبات رکھنے کی توقع رکھنا فضول ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: '' عقلمند کو چاہیے جب تک وہ مغلوب العقل نہ ہو، چار ساعتیں اپنے لیے مخصوص کر لے:

- ایک وہ ساعت جس میں وہ اپنے رب سے مناجات کرے۔
- دوسری وہ ساعت جس میں وہ اپنا احتساب کرے۔
- تیسری وہ ساعت، جو اللہ کی صنعت وکاریگری پر غور وفکر میں بسر ہو۔
- چوتھی وہ ساعت، جس میں کھانے پینے کی ضروریات کے لیے دوڑ دھوپ کرے۔

بہر کیف! دعاۃ کی سہولت کی خاطر چند کارآمد باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔ اس مجرب اور آزمودہ نسخہ پر عمل کرنے سے وقت کی بچت ہوسکتی ہے۔ اس فاضل وقت کو کسی علمی، دینی، سماجی اور نجی کام میں صرف کیا جاسکتا ہے:

۱۔ صبح سویرے نماز فجر کے بعد تلاوت کلام پاک کیجیے۔

۲۔ ناشتہ کے بعد روزانہ کے معمولات کے علاوہ، اس دن کرنے والے اہم کاموں کی فہرست ترجیحات کے اعتبار سے ڈائری میں نوٹ فرمالیجیے۔

۳۔ کسی دوست یا ساتھی کو اطلاع دیے بغیر یا اجازت لیے بغیر ملاقات کے لیے نہ جایئے۔ اس میں دونوں کا فائدہ ہے۔

۴۔ جیب میں ڈائری اور پنسل رکھیے۔ خالی وقت میں یادداشت یا اہم واقعہ نوٹ کرلیا کیجیے۔

۵۔ خالی اوقات میں کسی کتاب یا اخبار کا مطالعہ فرمایئے یا ذکر واستغفار کیجیے۔

۶۔ کسی سے ملاقات کے لیے دوسری پارٹی سے طے شدہ وقت پر ہی جایئے، نہ اپنا وقت برباد کیجیے اور نہ ان کا۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ ایک صاحب نے کسی کو بس اسٹینڈ پر آنے کے لیے کہا۔ وہ سفر سے لوٹ رہے تھے۔ حضرت نے انھیں ۶۔۴ کے درمیان بس اسٹینڈ پر آنے کو کہا۔ ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہ اگر میں چھ بجے تک نہ آؤں تو ایک گھنٹہ اور انتظار کر کے چلے جانا۔ یعنی حضرت نے اس بے چارہ کو تین گھنٹے بس اسٹینڈ پر انتظار کرنے کی مشقت میں ڈال کر وقت کی ناقدری کی جو کم ظرفی کی علامت ہے۔

۷۔ کہیں پہنچنے کے لیے مسافت اور ٹرانسپورٹ کی مشکلات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے سفر کا آغاز کیجیے۔ ورنہ شرمندگی اٹھانی پڑسکتی ہے اور کبھی کوئی ناگہانی حادثہ بھی پیش آسکتا ہے۔

۸۔ ہر کام کے آغاز سے پہلے اس کے لیے ضروری سامان تیار کرلیجیے۔ خواہ وہ سفر ہو، مضمون لکھنا ہو یا تقریر کی تیاری کرنی ہو۔

۹۔ ان لوگوں سے دور رہیے جو آپ کے قیمتی اوقات ضائع کرتے ہیں اور غیر ضروری باتوں میں اپنا اور آپ کا وقت برباد کرتے ہیں۔ یعنی ملت کا ڈبل نقصان ہوتا ہے۔

۱۰۔ جن معمولی اور غیر اہم کاموں کو مراسلات یا ٹیلی فون کے ذریعہ کرسکتے ہیں اس کے لیے سفر کرنا ضروری نہیں ہے۔ اپنا وقت بچایئے۔

۱۱۔ دوکان یا بازار سے کچھ خریداری کرنی ہو یا کسی دفتر میں جانا ہو تو اشیاء اور کاموں کی لسٹ بنالیجیے تاکہ مکرر سہ کرر جاکر وقت برباد نہ کرنا پڑے۔

وقت بچانے کے لیے عملی مشق

انسان کی قوت یادداشت کمزور ہوتی ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ احباب سے گفتگو، خورد ونوش، اخبار اور ڈاک چک کرنے میں کتنے گھنٹے صرف کردیئے۔ اس کی واقفیت کے لیے روزانہ کے معمولات کا ایک عملی مشق کا چارٹ تیار کرنا چاہیے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ الگ الگ کام میں کتنا وقت صرف ہوا۔ ان میں کتنے غیر ضروری تھے جن کو ساقط کیا جاسکتا تھا۔ کتنے ضیوف ایسے

> چند سعید روحیں روزے کو یاد کر کر کے فکر مند، بے تاب اور تشنگی کا شکوہ کر رہی ہیں۔ ان کا دل وروح ابھی بھی سیراب نہیں ہوا۔ پھر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تشنگی کو دور کرنے کے لیے شش عید (شوال کے چھ روزے) کے روزے بھی عنایت فرما دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ ہفتے میں دو روز پیر اور جمعرات اور مہینے میں تین روز ایام بیض کے روزے بھی' جو بہت حد تک ان کی سیرابی کے لیے کافی ہیں۔

شک آپ کو ستا رہی ہیں۔ وہ کیسا پُر کیف اور روح پرور ماحول ومنظر ہوا کرتا تھا جس کی تیاری میں پورے افرادِ خانہ سرگرداں اور مصروف رہا کرتے تھے مگر افسوس کس بات کا، اسے تو آپ پورے سال ہی جاری رکھ سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے تو دو یا تین رات تک ہی رمضان میں جماعت کی شکل میں اس کی پابندی کر کے صرف امت کی فکر میں ہی اس اجتماعی تراویح کا سلسلہ بند کر دیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امت پر یہ بھی فرض ہو جائے اور کوتاہی کی حالت میں امت اپنے رب کی گرفت میں آجائے ورنہ تو آپ ﷺ نے پوری زندگی ہی اس کی پابندی کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص مومن بندوں کی صفتوں اور خوبیوں میں اس نماز کا بھی شمار کیا ہے۔ اس کی شان اور اس کے لطف ولذت کا کیا پوچھنا! اللہ تعالیٰ نے بے شمار مقام پر اپنی کتاب میں اس کی خوب خوب تعریف کی ہے۔ اس آہ سحر گاہی کی بات ہی کچھ اور ہے۔ آپ تجربہ کر کے دیکھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ روزانہ شب کے آخری پہر اپنے بے مثال عرش سے آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور پکار پکار کر اپنے بندے کی ایک ایک حاجت پوری کرنے کا وعدہ اور اعلان فرماتا ہے (بخاری)

◉ ایک مالدار، ذی حیثیت اور صاحب نصاب آدمی کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ بابرکت مہینے میں اپنے مال کی زکاۃ نکالے تاکہ فرض کی ادائیگی کے ساتھ ہی زیادہ سے زیادہ بڑھا کر اسے اس کا اجر وثواب دیا جائے۔

وہیں عام صدقات وخیرات اور اللہ کی راہ میں انفاق (خرچ) کا جذبہ بھی اپنے پورے زور پر ہوتا ہے۔ ایک عام مسلمان بھی یہ کوشش کرتا ہے کہ کچھ بھی سہی لیکن انفاق میں اس کا بھی حصہ ہونا چاہیے۔

اب رمضان کے بعد بھی آپ اس جذبے کو کسی نہ کسی شکل میں زندہ رکھ سکتے ہیں اور اسے پروان بھی چڑھا سکتے ہیں۔ یہ تو انسان کی خوش نصیبی اور کامیابی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں سے کچھ حصہ اس کی راہ میں خرچ کرنے کی اسے توفیق نصیب ہو جائے۔

◉ پورے ایک ماہ خوشی خوشی روزے کی تکلیف اور مشقت آپ نے برداشت کی ہے، اللہ کی محبت اور رضا جوئی میں اس کے خوف سے متاثر ہو کر اور الٰہی انعام واجر وثواب کی امید میں۔ اسی لیے تو اس ایک ماہ کی عبادت کے صلے میں ہر چہار طرف عید کی خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ مگر چند سعید روحیں روزے کو یاد کر کر کے فکر مند، بے تاب اور تشنگی کا شکوہ کر رہی ہیں۔ ان کا دل وروح ابھی بھی سیراب نہیں ہوا۔ پھر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تشنگی کو دور کرنے کے لیے شش عید (چھ روزے) کے روزے بھی عنایت فرما دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ ہفتے میں دو روز پیر اور جمعرات اور مہینے میں تین روز ایام بیض کے روزے بھی' جو بہت حد تک ان کی سیرابی کے لیے کافی ہیں۔

رمضان کے روزے کی بے مثال کیفیت طاری کرنے کے لیے یہ خوراک بھی کافی ہے۔

◉ رمضان مبارک میں تلاوت کلام مجید کا والہانہ اہتمام کرنا، گھر میں سب کو اس کی تاکید کرنا، تراویح کی نماز میں پابندی کے ساتھ اسے سننے کا اہتمام کرنا اور روزانہ اپنے وقت اور معمول کا جائزہ لے لے کر فکر مند رہنا کہ کلام پاک کا کتنا حصہ پڑھا اور کتنا باقی ہے؟ کتنی بار ختم کیا؟

آئیے! عزم مصمم کریں کہ اپنے روزمرہ کے شیڈول میں قرآن کریم کو بھی ایک جگہ دیں گے، اس کا کچھ حصہ ضرور سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں گے کیوں کہ اسی کتاب سے ہماری عزت وذلت کا مسئلہ وابستہ ہے۔ تمام دینی مسائل، پریشانیوں اور الجھنوں کا اطمینان بخش جواب ہمیں یہیں سے ملتا ہے۔

◉ اس ماہ میں سب کی ایک ہی فکر تھی کہ گھر، ماحول، معاشرہ سب کچھ دینی واسلامی فضا سے ہم آہنگ ہو جائے تاکہ رمضان کے خیر وبرکت سے ہم محروم نہ رہ جائیں۔

آئیے! اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائیں کہ ہماری زندگی کتاب وسنت کی زندگی ہوگی، معاشرہ اسلامی معاشرہ ہوگا۔ خاندان کے افراد کی تعلیم وتربیت اسلامی بنیادوں پر ہوگی

◉ ہمدردی، غم گساری اور مساوات کا جو سبق پڑھا کر رمضان ہم سے رخصت ہوا ہے اس سبق کو بار بار دہرانا ہوگا۔ عملی زندگی میں اس کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اسلامی دعوت واصلاح کے کام کے لیے اسے ایک زبردست نسخہ کے طور پر عمل میں لانا ہوگا۔

◉ مسلسل ایک ماہ کے تربیتی کیمپ میں رکھ کر اللہ تعالیٰ نے جہاں جائز خواہشات، مباح چیزوں اور کھانے پینے سے روزہ رکھوایا ہے وہیں بیہودہ باتیں، فضول اور بیہودہ کام، لغو اور لہو ولعب اور تفریح کے حرام مشغلے سے بھی باز رہنے اور روزہ رکھنے کی تربیت کرائی ہے تاکہ ہماری زندگی کا تزکیہ ہو سکے، ہمارا کردار صاف شفاف بن سکے۔

◉ جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ کا کسی طرح بھی ساتھی بننا، غیبت کرنا اور چغلخوری کرنا' یہ وہ بےحد خطرناک اخلاقی بیماریاں ہیں جن سے ہمارا شیرازہ منتشر ہوتا ہے۔ ہمارے اتحاد واتفاق میں رخنے اور رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کو تنبیہ کی ہے کہ جو بھی روزہ دار جھوٹ سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی بھوک اور پیاس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (اس سے بہتر ہے کہ وہ روزہ ہی نہ رکھے)

آئیے! ہم عہد کریں کہ اچھے اخلاقی اقدار کو ہی اپنی دنیوی اور اخروی کامیابی کا ذریعہ بنائیں گے۔

رمضان وروزے کا اصل پیغام ہے پابند زندگی اختیار کرنا، حکم الٰہی کا برابر خیال رکھنا، الٰہی حدود وقیود کے قید وبند سے اپنے آپ کو باندھے رکھنا اور انہیں بندشوں میں رہ کر اپنی جائز آزادی کا خواب دیکھنا، خواہ بات ایمان وعقیدہ کی ہو یا عمل وعبادات کی، بات معاملے کی ہو یا اخلاق کی، تجارت کی ہو یا معاشرت کی۔

ماہ رمضان کا دائمی تحفہ

علاء الدین عین الحق مکی (کویت)

ایک مخلص مومن و مسلم بڑی ہی شدت و بے چینی کے ساتھ رمضان مبارک کی جدائی کو محسوس کرتا ہے، بے تابی سے آہیں بھرتا ہے، کہ کاش وہ سراپا مبارک مہمان اتنی جلدی ہم سے رخصت نہ ہوتا، لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اس منظم کائنات کی ہر شیء (سوائے انسان کے) اللہ سبحانہ وتعالی کے بنائے ہوئے نظام کی صرف پابند ہی نہیں بلکہ بے اختیار اس کے حکم کی تعمیل کرنے اور بندگی کے تقاضے بحسن وخوبی پورے کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ ہمارا انتہائی معزز مہمان بھی اسی الٰہی نظام کے آگے مجبور تھا۔ مگر کیا یہ ایک ناقابل انکار حقیقت نہیں کہ وہ مسلسل ایک ماہ اپنے چاہنے والوں کی ایک خاص انداز سے تربیت کر کے کچھ مخصوص پیغام اور ذمہ داریاں بھی انہیں دے کر گیا ہے۔

یقیناً ایسا ہی ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس مبارک مہمان کی جدائی پر اظہار افسوس کے بجائے اس کے پُر بہار و پر کیف ماحول وفضا کو پورے سال کی باقی زندگی میں بحال رکھا جائے؟

◉ ماہ رمضان اور روزے کا پہلا پیغام ہے تقوی کی حصولیابی اور متقیانہ و پرہیزگارانہ زندگی گذارنا۔ تقوی کی ایک بے مثال تشریح ہمیں ابی بن کعبؓ کی روایت میں ملتی ہے جسے ایک تمثیلی صورت میں انہوں نے بیان کیا ہے۔ کہ ایک ہی راستہ ہو اور اس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں تو ایسی حالت میں ایک عقلمند انسان اپنا دامن سمیٹتے اور سنبھالتے ہوئے بڑی ہی کامیابی سے وہاں سے گذرنے کی کوشش کرتا ہے۔ درحقیقت یہی تقوی ہے اس دنیا میں عام طور سے دو طرح کے انسان ہیں۔ ایک وہ جو زندگی کی ہر ایک قدم اور موڑ پر شعور اور ہوش وحواس سے کام لیتے ہوئے ہی کچھ کرتے ہیں یہی تقوی کی علامت ہے۔

دوسرے وہ جو بے شعوری اور بے ہوش وحواس کے عالم میں کچھ بھی کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار بیٹھے ہوتے ہیں یہی تقوی سے خالی زندگی کی پہچان ہے گویا ؎

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

اور

زندگی بابندگی تابندگی　　زندگی بے بندگی شرمندگی

تو کیا رمضان اور روزے کے اس پہلے تحفے کو ہمیں اپنی زندگی کی کنجی اور زاد راہ نہ بنالینا چاہیے؟ کیا یہ صرف نظری چیز ہے جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں؟ یا صرف رمضان میں ہی بطور تبرک وثواب خطبے اور خطاب میں سنانے اور سننے کی چیز رہ گئی ہے؟

تقوی کا جامع تصور معلوم کرنے کے لیے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

''نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کران) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اُس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں''۔

◉ ایک دوسرا عمل جس کا تقریباً سارے مسلمان ہی رمضان میں بے چوں وچرا صرف اہتمام ہی نہیں بلکہ پوری پوری اس کی پابندی کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ نماز ہے۔

آہ! نماز اس کی شان کا کیا پوچھنا اور کیا کہنا!! یہ تو معبود سے اس کے بندے کی مناجات کراتی ہے، ہمہ وقت بندے کا اپنے خالق سے رشتہ قائم واستوار رکھنے کا زبردست ذریعہ ہے جو صراط مستقیم کی رہنمائی کرتی ہے بشرطیکہ اسے شعور کے ساتھ پڑھا جائے جس کا قائم کرنا دین کو قائم رکھنے کے برابر اور جس کا چھوڑ دینا دین کو منہدم کرنے کے برابر ہے۔

اے نماز! تجھے جان بوجھ کر جو چھوڑ دے وہ کفر کے دائرے میں داخل ہو جائے (اللہ کی پناہ!) ایمان کا اولین تقاضا بھی تو ہے اور نبی پاک ﷺ سے محبت کا بھی اولین تقاضا ومظہر تو یہی ہے۔

آپ ﷺ اپنے آخری وقت تک اسی نماز کے لیے فکر مند تھے۔ چنانچہ فرمایا: ''سنو! نماز کا پورا پورا خیال رکھنا اور اپنے ماتحتوں کا پاس ولحاظ رکھنا''

دل وزبان سے اللہ تعالی کی کبریائی ماننے کا اولین عملی ثبوت تو یہی ہے۔ ادھر پکارنے والے نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی پکار لگائی اور اُدھر ایک سچے و پکے بندے نے نہ صرف یہ کہ اس پر لبیک کہا بلکہ اپنے دل ودماغ کے نہاں خانے سے ہر طرح کی کبر ونخوت کی زنجیروں کو توڑتے ہوئے اللہ کی کبریائی کے آگے سجدہ ریز ہو گیا ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ہائے افسوس! کیا ہو گیا رمضان کی جدائی پر سرد آہیں بھرنے والوں کو کہ صبح عید کے ساتھ ہی مسجدیں ویران ہونے لگیں، پورے مہینے میں بہت سے نئے نا آشنا چہروں سے پوری آشنائی بھی نہیں ہو سکی کہ دوبارہ ایک سال کے لیے پھر پوشیدہ ہو گئے۔ عید کی الوداع کے ساتھ ہی انہوں نے تجھے بھی الوداع کہہ دیا (اللہ توفیق بخشے)

◉ فرض نماز کے بعد دوسری نفلی نمازیں ہیں جس میں خاص طور سے تراویح اور قیام اللیل۔ یہ تراویح اور قیام اللیل بھی ایک عجیب شیء ہے۔ اس کی یادیں بھی بے

"شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے کھانے پر اکٹھے ہو جاؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ تمہیں اس میں برکت ہوگی"۔

فائدہ : مستحب ہے کہ ہر مسافر کچھ نفقہ (پیسہ) سفر کے عام اخراجات کے لیے ایک شخص کے پاس جمع کردے تاکہ کھانے وغیرہ کے لیے وہ ان میں سے سب پر خرچ کرتا رہے۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا: کیا آدمی تنہا کھائے یا جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے؟ فرمایا: جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے کیونکہ اس میں باہمی تعاون ہے،............

حسن بصری جب سفر میں جاتے تو عام لوگوں کے ساتھ خود بھی اپنا نفقہ ڈال دیتے اور رازداری میں اس کے علاوہ کچھ مزید بھی ڈال دیتے تھے۔ (کتاب الآداب الشرعیۃ لابن مفلح: ج:۲،ص:۲۸۴۔۲۸۵)۔

(۱۶) سفر کے دوران راستے میں آرام کرنے کی ضرورت پڑے تو راستے سے ہٹ کر سوئیں : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ۔ جب تم سفر میں سرسبز وشاداب علاقے سے گزرو تو اونٹ (سواری) کو اس زمین سے اس کا حق دے دو اور جب بنجر علاقے سے گزرو تو وہاں سے جلد از جلد نکل جاؤ۔ اور جب رات میں پڑاؤ کرو تو راستہ سے بچو (اس سے ہٹ کر پڑاؤ کرو) اس لیے کہ یہ راستے رات کے وقت جانوروں کی گزرگاہ اور کیڑے مکوڑوں کی پناہ گاہ ہوتے ہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہ سفر میں چلنے اور پڑاؤ ڈالنے کا ایک ادب ہے، جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے رہنمائی فرمائی ہے، اس لیے کہ کیڑے مکوڑے اور زہریلے جانور اور درندے راتوں میں راستوں میں چلتے پھرتے ہیں.......... جب انسان راستے میں سو جائے تو اس پر سے موذی جانور وغیرہ گزریں تو نقصان پہنچا سکتے ہیں، لہٰذا راستے سے دور رہنا چاہیے۔ (شرح مسلم: ۷، جزء۱۳، ص:۵۹)۔ گاڑیوں کی پارکنگ میں بھی احتیاط برتنا چاہیے رات کے وقت راستوں پر سے گزرنے والی دیگر گاڑیوں سے ٹکر کے حادثات پیش آسکتے ہیں۔

(۱۷) سونے سے قبل نماز فجر کو بیدار ہونے کے لیے مختلف وسائل اختیار کر لینا چاہیے : مثلاً الارم گھڑی وغیرہ: رسول اللہ ﷺ اس کے لیے احتیاط کر لیا کرتے تھے:

• ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو رات میں چلتے رہے یہاں تک کہ جب نیند کا غلبہ ہوا تو سونے کے لیے اتر پڑے اور بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رات میں ہماری نگرانی کرنا (مسلم، ابوداود) اور نسائی اور احمد کے نزدیک جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سفر میں فرماتے: آج کون ہماری نگرانی کرے گا۔ لَا نَرْقُدُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ۔ کہیں ہم نماز فجر کو چھوڑ کر نہ سو جائیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں نگرانی کروں گا.......... (نسائی، احمد)۔

• قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے اور رات میں سونے کے لیے پڑاؤ ڈالتے تو اپنی سیدھی کروٹ لیٹتے اور جب صبح کی نماز سے کچھ پہلے اتر کر سونا چاہتے تو اپنی کہنی کو کھڑا کرتے اور اپنی ہتھیلی پر سر رکھ کر لیٹ جاتے۔ (مسلم، احمد)۔

(۱۸) اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد بغیر کسی تاخیر کے اپنے گھر والوں کے پاس لوٹنا چاہیے : مسافر کے لیے مستحب ہے کہ جب اپنی ضرورت پوری کرلے تو جلد از جلد وطن لوٹ جائے اور اپنی ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ)۔ سفر عذاب کا ایک حصہ ہے جو تم میں سے ایک آدمی کو کھانے پینے اور سونے سے روکتا ہے، لہٰذا جب اپنی ضرورت پوری کرلے تو اپنے گھر والوں کی طرف جلدی لوٹ جائے۔

(۱۹) سفر سے واپس لوٹتے وقت سفر کی مذکورہ دعا کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھیں:

آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔ (مسلم)۔ ہم واپس لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور (اس کی) حمد (وشکر) کرنے والے ہیں۔

☆ یہ دعا سفر سے لوٹتے وقت اور پھر شہر یا بستی سے قریب ہونے کے وقت بھی پڑھنا چاہیے:

• انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ کے قریب ہو جاتے تو یہ دعا پڑھتے: آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔ آپ ﷺ برابر یہ دعا پڑھتے رہتے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو جاتے۔ (بخاری، مسلم)۔

• ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ کے سفر سے واپس لوٹتے تو ہر اونچی جگہ پر تین بار [اللہ اکبر] کہتے پھر یہ دعا پڑھتے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ (بخاری، مسلم)۔

(۲۰) مسافر کو رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہیں آنا چاہیے : جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا طَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا۔ (بخاری)۔ جب کوئی طویل مدت تک غائب رہے تو رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہ آئے۔ (بخاری)۔

• جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا قَدِمَ أَحَدُكُمْ لَيْلًا فَلَا يَأْتِيَنَّ أَهْلَهُ طُرُوقًا حَتّٰى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ۔ جب تم میں کا کوئی رات میں سفر سے لوٹے تو رات میں اپنے گھر والوں کے پاس نہ جائے یہاں تک کہ وہ عورت جس کا شوہر غیر حاضر ہے وہ اپنے زیر ناف کے بال صاف کرلے اور جس کے بال پراگندہ ہیں وہ کنگھی کرلے۔ (مسلم)۔

ایک روایت میں جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ أَوْ يَلْتَمِسُ عَثَرَاتِهِمْ۔ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی خبر گیری کرنے کے لیے یا غلطیوں کو ٹٹولنے کے لیے رات میں اپنے گھر والوں کے پاس آئے۔ (مسلم)۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: رات کے وقت سفر سے اپنی بیوی کے پاس اچانک آنا مکروہ ہے۔ خاص کر جو اپنے سفر میں طویل مدت ٹھہرا ہو، البتہ جس کی مدت سفر مختصر ہو اور اس کی بیوی کو توقع ہے کہ اس کا شوہر رات میں لوٹ سکتا ہے تو رات میں اپنے گھر والوں کے پاس آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح مسلم نووی: ۷/ جزء۱۳، ص:۷۱)۔ خصوصاً آج کل ٹیلیفون سے اطلاع کردی جائے تو پھر رات میں اپنی بیوی کے پاس آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۱) وطن لوٹنے کے بعد مسجد جا کر دو رکعت نماز ادا کرنا مستحب ہے : کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ۔ رسول اللہ ﷺ جب چاشت کے وقت سفر سے واپس ہوتے تو پہلے مسجد میں جاتے، دو رکعت نماز پڑھتے، پھر (گھر میں جانے سے قبل لوگوں کی ملاقات کے لیے) اس میں بیٹھ جاتے (بخاری، مسلم۔ عون المعبود جزء:۷، ص:۳۳۲)۔

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا جب ہم مدینہ واپس ہوئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ۔ مسجد میں جاؤ اور اس میں دو رکعت نماز ادا کرلو۔ (بخاری)۔

سفر کے آداب

حافظ عبد الحفیظ عمری مدنی (کویت)

گذشتہ شمارہ میں ہم نے سفر سے متعلق چند آداب پیش کیے تھے اس حلقے میں ان آداب کا تتمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱۲) سواری میں کوئی خرابی پیدا ہوجائے تو شیطان کو یا سواری کو گالی نہیں دینا چاہیے بلکہ [بسم اللہ] کہنا چاہیے:

• ایک صحابی فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا، آپ ﷺ کی سواری کو ٹھوکر لگی، میں نے کہا: شیطان برباد ہو، آپ نے فرمایا: [شیطان برباد ہو] نہ کہو، کیونکہ جب تم ایسا کہتے ہو تو شیطان گھر کے بقدر بڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: میری طاقت کی وجہ سے (ایسا ہوا ہے)۔ لیکن (اس کی بجائے): [بسم اللہ] کہو۔ کیونکہ جب تم ایسا کہو گے تو شیطان چھوٹا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ مکھی کے برابر ہو جاتا ہے۔ (احمد، ابوداود: صحیح)۔ (الآداب الشرعیہ ج ۲۔ص:۵۱۲)۔

• ابو برزہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے کہ ایک انصاری عورت اپنے اونٹ پر سوار تھی (جس پر بعض لوگوں کا سامان لدا ہوا تھا) جب وہ دو پہاڑوں کے مابین پہنچی تو اس پر پہاڑ کی چڑھائی گراں گزری، اچانک اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا تو اونٹ کو ڈانٹا اور اس پر لعنت برسائی، رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا: خُذُوْا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوْهَا فَإِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ ۔ اس پر (تمہارا) جو کچھ سامان ہے اسے اتار لو اور اسے چھوڑ دو اس لیے کہ وہ لعنت زدہ ہے۔ ایک اور روایت میں آپ کا ارشاد ہے کہ: لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ ۔ ایسی اونٹنی ہمارے ساتھ نہ رہے جس پر لعنت ہے۔ (مسلم، ابوداود، ابن ابی شیبہ)۔ اس اونٹنی سے لوگوں کا سامان اتار لینے اور اس کا کجاوا نکال دینے کا حکم دیا تاکہ وہ عورت اس پر سواری نہ کر سکے، اس عورت کے حق میں بطور سزا آپ نے ایسا کیا تاکہ کوئی شخص جانور (سواری) کو لعن طعن نہ کرے۔ عمران کہتے ہیں کہ (جب رسول اللہ ﷺ نے اس اونٹ سے فائدہ اٹھانے سے منع فرمایا) تو میں اسے دیکھتا تھا کہ وہ لوگوں کے مابین بازار میں گھومتی پھرتی تھی لیکن کوئی اس سے تعرض نہ کرتا تھا۔ (شرح مسلم نووی، تہذیب سنن ابی داود لابن القیم، عون المعبود)۔

(۱۳) جب کسی قریہ یا شہر کو دیکھ لیں اور اس میں داخل ہونا چاہیں تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ ، وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ ، وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ ، اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا ، وَخَيْرَ مَا فِيْهَا ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا ، وَشَرِّ مَا فِيْهَا ۔ اے اللہ ساتوں آسمانوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن پر وہ سایہ کیے ہیں اور ساتوں زمینوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو وہ اٹھائے ہیں اور شیطانوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے اور ہواؤں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو وہ اڑائے (اور بکھرے) ہیں، میں تجھ سے اس بستی کا خیر اور اس کے باشندوں کا خیر اور اس میں موجودہ تمام چیزوں کا خیر مانگتا ہوں اور میں اس قریہ کے شر سے اور اس کے باشندوں کے شر سے اور اس میں موجودہ تمام چیزوں کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ (عمل اليوم والليلة للنسائي : صححه الألباني في السلسلة: ۲۷۵۹)۔

(۱۴) دوران سفر کسی جگہ پڑاؤ کریں تو صرف ایک اللہ کی پناہ طلب کریں:

جاہلیت میں لوگ دوران سفر جب کسی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے تو اس جگہ کے جنات کی پناہ طلب کرتے کہ اس علاقے کے شر سے ان کی حفاظت کریں، اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾۔ (الجن:۶)۔ بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

اہل جاہلیت کا یہ عمل شرک ہے کیونکہ نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ تعالی ہے، اس لیے اسلام نے مسلمانوں کو تعلیم دی کہ ہر چیز کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے صرف ایک اللہ کی پناہ مانگنا چاہیے:

خولہ بنت حکیم سلمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ [اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ] لَمْ يَضُرُّهٗ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهٖ ذٰلِكَ (مسلم)

جو شخص کسی جگہ پر اترے پھر یہ دعا پڑھے: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۔ (میں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعہ اس کی مخلوق کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں) تو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی یہاں تک کہ اس جگہ سے کوچ کر جائے۔

مسافر کو اپنے سفر کے دوران کھانے پینے، آرام کرنے اور قضائے حاجت وغیرہ کے لیے اترنے کی ضرورت پڑتی ہے، ممکن ہے جس جگہ وہ اترے وہاں: موسم کی خرابی، زہریلے جانور، کیڑے مکوڑے، شیاطین، چور اور دشمن وغیرہ پائے جاسکتے ہیں لہذا اس قسم کی تمام مخلوق کے شر سے پناہ مانگنے کے لیے مذکورہ دعا پڑھ لینی چاہیے۔

• یہ دعا کسی بھی جگہ پر اترنے یا قیام کرنے کے وقت پڑھ سکتے ہیں صرف سفر کے لیے ہی خاص نہیں ہے۔

(۱۵) دوران سفر اجتماعیت کے ساتھ پڑاؤ کرنا اور اجتماعیت کے ساتھ کھانا مستحب ہے:

اس لیے کہ اللہ تعالی نے اجتماعیت میں قوت وطاقت، اور برکت رکھی ہے جبکہ انتشار اور تفرقہ میں کمزوری، دشمنوں کا تسلط اور بے برکتی ہے۔ ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام جب کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو وادیوں اور گھاٹیوں میں پھیل جاتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ. فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ حَتّٰى يُقَالَ لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ ۔ (ابوداود، احمد: صحیح)۔

"یقیناً تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں پھیل جانا شیطان کی جانب سے ہے۔ اس کے بعد جب وہ کسی منزل پر پڑاؤ کرتے تو ایک دوسرے سے ایسے مل جاتے تھے کہ کہا جاتا کہ اگر ان پر کوئی کپڑا ڈالا جائے تو ان سب کو ڈھانک لے"۔

اکٹھا کھانے میں برکت ہے: صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ہم لوگ کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا: فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ ؟ قَالُوْا: نَعَمْ . قَالَ : فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ ۔ (ابوداود، احمد: حسن)۔

ابراہیم جمال بٹ (سری نگر کشمیر)
ibrjamal38@gmail.com

اسباب زوال اُمت کیوں اور کیسے......؟

زوال ایک ایسا لفظ ہے جس کے سننے سے انسان کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ایک خاموشی طاری ہوتی ہے، جب لفظِ زوال کی بات کہیں سے سنائی دیتی ہے، کان کھڑے ہو جاتے ہیں، دل دھڑک اُٹھتا ہے اور چلتے ہوئے قدم اچانک رُک جاتے ہیں۔

یہ لفظِ زوال کا اثر ہے، باقی حقیقی زوال کے کیا اثرات پڑتے ہیں اس سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ جب جب کسی قوم کو زوال نے آگھیرا' اس قوم کی کیا حالت ہوگئی، خدا ہی بچائے۔ زوال نہ میرا بحث ہے اور نہ میرا موضوع، زوال ایک ایسی کہانی ہے جس کے بیان کرنے میں ہزاروں نہیں لاکھوں صفحات بھی کم پڑ جائیں۔ اس پر لکھنا یا اس پر بیان کرنا کارِ دردوالا معاملہ ہے۔ بیان کرو تو ممکن ہے دل کی دھڑکن ہی بند ہو جائے۔ کسی کاغذ پر لکھو تو پتا نہیں لکھتے لکھتے وہ پھٹ نہ جائے۔ کیوں کہ زوال لفظ ہی ایسا ہے۔

زوال جب بھی کسی قوم کو آئی اس قوم کی ہستی ہی برباد ہو گئی۔ اس قوم کی پہچان ہی ختم ہوگئی، اس قوم کی جانبازی، بہادری، شجاعت، مالداری، دنیاداری، اور اونچائی ہی ختم ہوگئی۔ زوال آیا اور سارا کا سارا بہا کے لے گیا، نام رہ گیا مگر وہ بھی تاریخ کے اوراق پر، لکھا بھی گیا تو سنہرے الفاظ سے نہیں بلکہ سیاہی بھرے الفاظ سے، کیوں کہ زوال نہ روشنی ہے اور نہ کوئی چمک دار چیز، زوال نام ہے اندھیرے کا، زوال نام ہے تباہی کا، زوال نام ہے بربادی کا، زوال نام ہے فساد فی الارض کا اور زوال نام ہے پاتے ہوئے بھی کھونے کا۔ اس کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟ اس پر بھی اگر دیکھا اور سوچا جائے تو لاکھوں نہیں کروڑوں صفحات لکھنے کے لیے کم پڑ جائیں۔ کیوں کہ زوال کا سبب نہیں ہوتا بلکہ اس کے اسباب ہوتے ہیں۔ یعنی یہ ایک چیز سے نہیں، اچانک ہی نہیں، بلکہ اس طرح آجاتا ہے کہ انسان سوچتے ہی رہ جاتا ہے۔ قوموں کے قوموں میں زوال آیا، مگر کسی کا زوال فلاں فلاں اعمال کی وجہ سے آیا اور کسی کے دوسرے اعمال سے۔ غرض زوال آتا ہے لیکن اس کے پیچھے ایک لمبی مدت کی اپنی بنائی ہوئی کہانی ہوتی ہے۔ ایک چھوٹی حرکت کرنے سے زوال نہیں آتا، بلکہ زوال کے آثار آہستہ آہستہ نمایاں ہوتے ہیں۔ زوال کے اسباب اگر ہمیں معلوم کرنے ہوں تو تاریخ کا مطالعہ کرنا ہوگا، کسی مخصوص قوم کی تاریخ کا مطالعہ نہیں بلکہ کسی بھی قوم کی اپنی بنائی ہوئی کہانی پڑھیے، زوال کی تعبیر اور زوال کے اسباب خود بہ خود سامنے آجائیں گے۔ اب زوال کا علاج کیسے کیا جائے؟ اس سے بچنے کی کیا کیا ترکیبیں ہیں۔ یہ اصل مسئلہ ہے۔ زوال تو آگیا لیکن اس سے بچنے کا کیا طریقہ اختیار کریں، مسئلہ تو یہ ہے۔ زوال کے بعد ایک نئی کہانی بنی کھڑی ہو جاتی ہے، اس میں وہ لوگ ہی حصہ لے سکتے ہیں جن کے اندر اس چیز کا احساس ہو کہ جو کچھ ہوا صحیح نہیں ہوا۔ جب ندامت ہوگی تو راستے بھی نکل آتے ہیں اور اگر ندامت کے بجائے انانیت کا ہی غلبہ رہا تو زوال کے آنے کے بعد اس سے بچنا محال اور ناممکن ہے۔ تو ضروری ہے کہ ہم اولاً یہ دیکھیں کہ زوال کیا ہے؟ زوال کے کیا اسباب ہوتے ہیں؟ زوال کے بعد بچنے کا کیا علاج ہے؟

ابتدا ہی عرض کر چکا ہوں کہ میرا موضوع بحث زوال نہیں ہے۔ زوال کے موضوع پر بحث کرنا علماء کا کام ہے، زوال کے اسباب کی نشاندہی کرنا علماء کا کام ہے، اور زوال کے آنے کے بعد اس کا علاج بھی بتانا انہی کا کام ہے۔ میرا مقصود موضوع زوال کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ اب یہ کام ہے ہمارے ان علماء کرام کا جن کے اوپر ذمہ داری ہے، کہ وہ واضح کریں کہ زوال کب، کیوں اور کیسے آتا ہے، اور کیسے اس زوال سے بچا جاسکتا ہے۔ ہاں چند چیزیں جو کہنے پر ابھار رہی ہیں ان کا ذیل میں درج کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

☆ گھر کے مالک کی مالکیت ہی ختم کی جائے، مالک کو مالک نہ مانا جائے، مالک کو مالک مانا جائے مگر ساتھ ساتھ اس کے ساتھ کسی غیر کو بھی شرکت کا موقع دیا جائے۔ میری نظر میں یہ سب حرکتیں اس گھر کے افراد کے زوال کی نشانی ہے......آپ کیا کہتے ہیں......؟

☆ مالک نے کہا یہ کرو، میں نے کہا ٹھیک ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس پر بھی ذرا نظر ڈالو، مالک نے کہا یہ ٹھیک نہیں، میں نے کہا کیوں......؟ اس میں تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ مالک نے کہا ایسا کرنے سے ایسا ہوگا اور ایسا نہ کرنے سے ایسا ایسا ہوگا، میں نے کہا کیا کہہ رہے ہو وقت سے پہلے ہی ایسی ایسی باتیں کر رہے ہو، وقت کس نے دیکھا ہے......؟ جو ہوگا دیکھا جائے گا، کسی کو کچھ نہیں معلوم کہ کب کیا ہوگا، ہاں آج اگر یہ کر لیں تو ممکن ہے کہ یہ ہمارے لیے فائدہ مند ہو۔ میں کہتا ہوں کہ کیا یہ زوال کے اسباب نہیں......؟

☆ مالک نے کہا بیٹھ جاؤ، میں کھڑا ہو گیا۔ مالک نے کہا یہ کھا لو، میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ مالک نے کہا میرے پیچھے چلو، میں پھر بھی آگے آگے ہی چلتا رہا۔ مالک نے کہا فلاں کا کہنا مانو اور فلاں کی بات نہ سنو، میں نے کہا بات کسی کی بھی ہو، کہنا کسی کا بھی ہو، میرا فائدہ ہونا چاہئے پھر کہنے والا کوئی بھی ہو۔ کیا اسے زوال نہیں کہا سکتا۔

ذرا اپنا محاسبہ تو کرو کیا بات ہے......؟ ذرا سوچو تو صحیح کیا وجوہات ہیں......؟ ذرا نظر تو دوڑاؤ کہ ہمارے کیا حرکات ہیں......؟ یہ سب کرنے کے بعد خود بہ خود معلوم ہو جائے گا، کہ طوفان کس کس راستے سے آتے ہیں اور کس طرح تھم جاتے ہیں یہ سب کچھ تب ہی معلوم ہوتا ہے جب ہم گزری ہوئی قوموں کے ساتھ ساتھ اپنا آج بھی دیکھ لیں۔

اصل مسئلہ آج کا طوفان ہے، موجودہ زوال ہے، اس جانب توجہ ہی نہیں، قلم کاروں کا لکھنا ہی نہیں، واعظین کا بیان کرنا ہی کام نہ کرے گا بلکہ توجہ، لکھنے اور بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر ایک جگہ جمع ہو کر خالص خدا کے لیے فکر کرنے کی ضرورت ہے، فکر صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے، خصوصاً ملت اسلامیہ کے لیے۔ کیوں کہ زوال کی حالت دیکھ کر زوال کے ماحول کو ہی غنیمت جان کر اپنی باقی بچی زندگی کا گزارنا اپنی آخرت پوری طرح برباد کرنے کے برابر ہے، اب اگر کوئی بربادی ہی چاہتا ہو تو چپ چاپ بیٹھ جائے اور اپنی باری کا انتظار کرے، اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ زوال کے بعد اصلاح ہونی چاہئے تو اس کے لیے اُٹھ کھڑا ہونا ضروری ہے۔ فساد دیکھ کر اسے مٹا ڈالنے کی کوشش نہ کرنا، فساد ہی شمار ہوتا ہے۔ جس قوم کو فساد دیکھ کر اسے ختم کرنے کی ہمت نہیں وہ سب کچھ تو ہو سکتی ہے لیکن مہذب نہیں کہلا سکتی۔

کل کی تاریخ کا مطالعہ کیجیے، آج کا حال دیکھیے اور معلوم کیجئے کہ کل اور آج میں ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا۔ کل بھی زوال آیا تھا اور آج بھی زوال کا موسم چل رہا ہے۔ ان کا زوال کیسے آیا اور ہمارا زوال کیونکر آیا۔ پڑھ کر ہمارے دلوں میں حرکت ضرور آئے گی، اور حرکت ملی تو تبدیلی بھی ضرور آئے گی، تبدیلی آئی تو زوال کا موسم پھر امن کے موسم میں تبدیل ہو جائے گا، مگر ضرورت ہے اُٹھ کھڑا ہونے کی۔

گھبرائیے نہیں! میں آپ کے دل و دماغ کو کسی نئی چیز کی طرف گھمانا نہیں چاہتا ہوں بلکہ اشاروں میں باتیں کرنا عقل مندوں کے لیے کافی ہوتا ہے، میرا مقصد اشارہ کرنا ہے باقی کام تو عقل مند خود ہی جانتے ہیں۔ میں نہ تو عالم ہوں، نہ ہی کوئی قلم کار، بس ذہن میں ایک خلش تھی، زبان پر چند الفاظ تھے، دل میں ایک تڑپ تھی سو آپ کے سامنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں رکھ دیا۔ ضروری نہیں لفظ صحیح ہوں، ہاں مگر یقین ہے کچھ نہ کچھ صحیح ہو گا، ورنہ دل سے یہ باتیں نہ نکلتیں۔

سید عبدالسلام عمری (کویت)

فراغت ایک نعمت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ﴾ (الانشراح ۷،۸) ”پس جب بکلی فارغ ہوجاؤ تو زیادہ محنت کرو اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوجاؤ“۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، موت سے پہلے زندگی کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، فقر سے پہلے بے نیازی کو، بیماری سے پہلے صحت کو اور مشغولیت سے پہلے فراغت کو“۔

یقیناً فراغت وصحت عظیم نعمت ہے جس سے اکثر ہم غفلت برتتے ہیں، ہم اس کا شکر بہت کم ہی بجا لاتے ہیں اور اس کی کما حقہ قدر نہیں کرتے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی بہت لوگ قدر نہیں کرتے: صحت اور فراغت“ (بخاری)

کاموں سے اوقات کا فارغ رہنا خدا کی بیش بہا نعمت ہے، جب بندہ اس نعمت کی ناشکری کرتا ہے تو اپنے اوپر خواہشات کے دروازے کھول دیتا ہے اور شہوتوں کو پورا کرنے کے پیچھے لگ جاتا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ اس کو پریشانی میں مبتلا کردیتا ہے، اس کے اوقات سے برکت چھین لی جاتی ہے اور اس کے قلب کو راحت وسکون سے محروم کردیا جاتا ہے اور پھر وہ کہنے لگتا ہے کہ دن ۴۸ گھنٹوں کا ہوجائے کام بہت زیادہ ہے۔

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ”جنت والے کسی بھی چیز پر حسرت نہیں کریں گے، صرف اس وقت پر حسرت کریں گے جو اللہ کے ذکر کے بغیر گزرا ہو“۔ جی ہاں!

دَقَّاتُ قَلْبِ الْمَرْءِ قَائِلَةٌ لَهُ إِنَّ الْحَيَاةَ دَقَائِقٌ وَثَوَانٍ

”آدمی کے دل کی دھڑکنیں اس سے کہتی ہیں کہ زندگی نام ہے منٹوں اور سکنڈوں کا“۔

حسن بصریؒ نے فرمایا: ”جس کا آج کل کی طرح ہی ہو تو وہ ناشکرا ہے اور جس کا آج کا دن کل سے بدتر ہو تو وہ ملعون ہے“

ایک اور موقع پر انہوں نے فرمایا: ”جس نے اپنی عمر کا کوئی دن اس کا حق ادا کیے بغیر گزار دیا یا کوئی فرض ادا نہیں کیا یا عزت کا کوئی کام نہیں کیا یا قابل ستائش کوئی عمل نہیں کیا، یا کسی خیر کی بنیاد نہیں ڈالی یا کوئی فائدہ مند علم حاصل نہیں کیا تو اس نے اس دن کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا“۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: ”دن اور رات تم میں کام کرتے ہیں تم بھی ان میں کام کرو“۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”میں اس دن پر ندامت کرنے کی طرح کسی چیز پر ندامت نہیں کرتا جس دن کا سورج غروب ہو چکا ہو، اس میں میری عمر کم ہوگئی ہو اور میرے عمل میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہو“۔

کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اس امت کے سلف صالحین صرف نماز روزے اور ذکر میں مشغول رہتے تھے، ایسا ہرگز نہیں، وہ تمام

میدانوں کے شہسوار تھے، وہ ہم سے زیادہ ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ کا مطلب جانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو وصیت کرتے تھے کہ جب تم کوئی کام کیا کرو تو اتقان اور پختگی کے ساتھ کیا کرو چنانچہ انکے تمام کام اللہ کی قربت اور ثواب کے لیے ہوتے تھے تب ہی تو انہوں نے سیادت وقیادت کی، قوموں کو زیر نگیں کیا، ملکوں کو آباد کیا اور ہر جگہ اپنی چھاپ چھوڑ گیے۔

انسانی علوم فزکس، کیمیا، ریاضیات، الجبرا، مثلثات، افلاک، جغرافیہ، تاریخ، طب اور میڈیسن کے میدانوں میں ان کے کارناموں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنے وقت کی قیمت کیسے پہچانی اور اپنی فراغت کے اوقات سے کس قدر استفادہ کیا، نتیجتاً وہ دنیا والوں کے لیے ایسا علمی خزانہ چھوڑ گیے جو انسانوں کی علمی واقتصادی ترقی کی بنیاد ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ بیکاری وتعطل، بے فائدہ وقت گزاری کو ناپسند کرتے تھے، آپ کا قول ہے: ”مجھے ناپسند ہے کہ میں تم کو بیکار اور فارغ دیکھوں نہ دنیا کا کوئی کام کرو اور نہ آخرت کا کوئی کام“

(قیمة الزمان)

جب مسلمان وقت کا صحیح استعمال کرتا ہے اور اللہ کی رضا اور اپنے بھائیوں کی خدمت میں اُسے صرف کرتا ہے تو وہ دنیا میں خوش رہتا ہے اور آخرت میں کامیاب وکامران۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں: انسان کا وقت حقیقتاً اس کی عمر ہے، وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کی ابدی زندگی کا مادہ (اجزائے ترکیبی) ہے یا دردناک عذاب یا دردناک عذاب کی بدترین زندگی کا مادہ مگر افسوس کہ لوگ عجیب وغریب انداز میں وقت گزارتے ہیں، اگر رات طویل ہوتی ہے تو بے فائدہ باتوں میں یا ایسی کتاب کے مطالعہ میں جس میں عشق ومحبت کی باتیں ہوتی ہیں، اگر دن طویل ہوجائے تو سوکر گزار دیتے ہیں، میں نے بہت کم لوگوں کو دیکھا ہے کہ جو اپنے وجود کے مقصد اور مطلب کو جانتے ہیں، وہ توشہ اور سفر کی تیاری کرتے ہیں، عمر کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرتے ہی رہو، وقت کے چلے جانے سے پہلے جلدی کرو، زمانہ کے ساتھ مقابلہ کرو اور بازی لے جاؤ کیونکہ زمانہ غیر جانبدار کھڑا نہیں رہتا بلکہ وہ تمہارا بہت چاہنے والا دوست ہوگا یا سخت ترین دشمن۔ (قیمة الزمان)

ایک اور موقع پر انہوں نے فرمایا: ”وقت کا ضیاع موت سے زیادہ سخت ہے، کیونکہ وقت کا ضیاع تم کو اللہ اور اخروی زندگی سے دور کرتا ہے اور موت تم کو دنیا اور دنیا والوں سے دور کرتی ہے“۔

وَالْمَرْءُ يَفْرَحُ بِالْأَيَّامِ يَقْطَعُهَا
وَكُلُّ يَوْمٍ مَضَى يُدْنِي مِنَ الْأَجَلِ

”آدمی گزرے ہوئے دنوں پر خوش ہوتا ہے حالانکہ ہر گزرنے والا دن اس کو موت کے قریب کرتا ہے“۔

اس معنی کو حسن بصریؒ نے اپنے بلیغ انداز میں یوں ادا کیا ہے ”اے ابن آدم! تو چند دنوں کا مجموعہ ہے، جب کوئی دن گزرتا ہے تو تیرے جسم کا ایک حصہ ختم ہوجاتا ہے، تو قریب ہے کہ پورا جسم ہی ختم ہوجائے، ہر دن جب فجر کی پو پھٹتی ہے ایک ندا لگانے والا ندا لگاتا ہے: اے ابن آدم! میں نئی مخلوق ہوں، تیرے کاموں پر گواہ ہوں، اس لیے مجھ سے فائدہ اٹھالے کیونکہ جب میں چلی جاؤں گی تو قیامت تک واپس نہیں آؤں گی“۔

بالآخر بات وہیں پر آکر رکتی ہے جہاں سے شروع ہوئی تھی ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ﴾

جی ہاں! کاموں کو وہی شخص انجام دیتا ہے جو مشغول رہتا ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ صَلَاحَ السَّاعَاتِ وَالْبَرَكَةَ فِي الْأَوْقَاتِ ”اے اللہ! ہم تجھ سے اوقات کی بہتری طلب کرتے ہیں اور اوقات میں برکت کے طلبگار ہیں“۔

ام حسن (کویت)

اے دخترِ اسلام! تو باپ کو جنت کی نوید اور بشارت

لڑکیاں اپنے والدین کے لیے جنت کی نوید ہوتی ہیں ،ان کی پیدائش والدین کے لیے نیک فال ہے ، اسی لیے اسلام نے انہیں لڑکوں کے جیسے بے شمار حقوق سے نوازا ہے ،ان کے بعض حقوق کا تذکرہ پچھلے حلقہ میں ہوا تھا ، اس حلقہ میں اسی کا تتمہ پیش خدمت ہے ۔

(۷) حق تعلیم : مرد کی طرح عورت کو بھی حق تعلیم حاصل ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے : طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (ابن ماجہ) ''ہر مسلمان پر علم کا طلب کرنا فرض ہے''۔ بعض نے اس حدیث کے اخیر میں مسلمۃ کا اضافہ کیا ہے جو سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ لیکن اس کا مفہوم درست ہے لہذا مردوں کی طرح عورتوں کو بھی علوم شرعی سے آراستہ کیا جائے گا۔ جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسلمان عورتیں علوم شرع میں مہارت رکھتی تھیں۔ خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس کے پاس بیٹی ہو اور وہ اس کی اچھے انداز سے تربیت کرے اور عمدہ طریقہ سے زیور تعلیم سے آراستہ کرے اور اللہ تعالی نے جو نعمتیں اسے دے رکھی ہے ان میں سے اس پر بھرپور انداز میں خرچ کرے تو وہ بیٹی اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائے گی'' (ابونعیم)

خود دور نبوت میں عورتوں میں علم حاصل کرنے کا زبردست شوق تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے :

''انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں حیاء ان کے لیے دینی احکام سیکھنے سے مانع نہیں بنی'' (مسلم) ۔

(۸) رائے اور ارادہ کی آزادی : عورتوں کو رائے اور ارادہ کی آزادی حاصل ہے زمانہ جاہلیت میں شوہر کے مرنے کے بعد عورت کو اپنے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا جو شوہر کے مال کا وارث ہوتا تھا وہی اس کی بیوی کا بھی وارث سمجھا جاتا تھا۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ شوہر کے مرنے پر اس کے وارث اس کی بیوی کے حقدار ہوتے تھے اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو خود نکاح کر لیتا تھا اور اگر چاہتا تو اسے روکے رکھتا تھا۔ اور عورت کے اہل خاندان سے زیادہ حقدار شوہر کے وارث ہوتے تھے بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ شوہر کا لڑکا جو دوسری بیوی سے ہوتا تھا وہ خود بھی باپ کے بعد اس کی منکوحہ سے نکاح کر لیتا تھا۔ (بخاری) اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا......﴾ (النساء : ۱۹)

''اے ایمان والو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم جبراً عورتوں کے مالک بن بیٹھو اور ان عورتوں کو اس مقصد سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کرلو''۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ عورتیں اپنی جان و مال میں آزاد ہیں کسی کو ان کی آزادی سلب کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شوہر دیدہ کا نکاح بغیر اس کے مشورہ کے نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے''۔ (بخاری)

> **اسلام نے اس ظالمانہ دستور کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے لڑکیوں کو وراثت میں حقدار ٹھہرایا۔ لیکن افسوس کہ آج اصحاب علم ودانش بھی اسلام کے اس نظام عادلانہ کو یکسر نظر انداز کر کے جاہلی نظام کے پرستار بنے ہوئے ہیں۔**

(۹) عورت اور مشورہ : جن معاملات میں عورتوں کو مہارت حاصل ہو خاص طور سے گھریلو معاملات میں ان سے مشورہ لینا بہتر ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''اور ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں'' (الشوری: ۳۸) آیت میں اگرچہ مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے لیکن حکم میں عورتیں بھی داخل ہیں۔ رسول ﷺ نے حدیبیہ میں کفار مکہ کے ساتھ صلح نامہ سے کے فراغت کے بعد جب صحابہ کرام سے قربانی اور سر منڈوانے کو کہا اور جاں نثار صحابہ میں سے کوئی شدت جذبات سے مغلوب ہونے کی وجہ سے نہ اٹھ سکا، یہاں تک کہ تین بار یہی جملہ ارشاد فرمایا اور جب ان میں سے کوئی نہ اٹھا تو آپ ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور صورت حال کا ان سے تذکرہ فرمایا۔ اس موقع سے حضرت ام سلمہؓ نے انتہائی دور اندیشانہ اور حکیمانہ مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ کام ہو تو پھر آپ کسی سے کچھ کہنے سے پہلے اپنی قربانی کیجئے اور اپنے نائی کو بلا کر سر منڈوا لیجئے۔

آپ ﷺ نے اس مشورہ پر عمل کیا اور نتیجہ وہی برآمد ہوا جس کا اظہار حضرت ام سلمہؓ نے کیا تھا۔ صحابہ نے جب آپ کو قربانی کرتے اور حلق کراتے ہوئے دیکھا تو وہ قربانی کرنے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے پر ٹوٹ پڑے۔ ایسا لگتا تھا کہ شدت غم سے ایک دوسرے کا سر مونڈ دیں گے۔ (بخاری)

(۱۰) میراث کی حقدار عورتیں بھی ہیں : میراث کی حقدار عورتیں بھی ہیں اور ہر طرح کے اموال واملاک میں ان کا حصہ ہے، خواہ وہ منقولہ ہوں یا غیر منقولہ، زرعی ہوں یا صنعتی یا کسی اور صنف مال میں شمار ہوتے ہوں۔ اس لیے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہ حصہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے''۔

شان نزول سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے صنف نازک پر ہونے والے ظلم وستم کا کس کس طرح سے انسداد کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اہل جاہلیت لڑکیوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے تھے اور نابالغ لڑکے کو بھی میراث سے محروم کر دیتے تھے جب اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کے ایک نابالغ لڑکے اور دو بیٹیاں تھیں لیکن ان کے دو چچا زاد بھائی نے عرب کے قدیم رواج کے مطابق آ کر ان کی ساری میراث پر قبضہ کر لیا۔ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے درخواست کی کہ ان دو بچیوں سے شادی کر لیں لیکن ان کی بدصورتی کی وجہ سے انہوں نے اسے مسترد کر دیا تب اوس بن ثابت کی بیوی نے نبی اکرم ﷺ سے صورت حال عرض کیا کہ اوس کے دونوں چچا زاد بھائی خالد اور عرفطہ نے اوس بن ثابت کی ساری میراث پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کی دونوں صاحبزادیوں سے نکاح کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے آپ ﷺ نے وحی الہی کے انتظار میں توقف کیا یہاں تک کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی اور اسلام نے اس ظالمانہ دستور کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اور لڑکوں کے جیسے انہیں بھی وراثت میں حقدار ٹھہرایا۔

لیکن آج افسوس کہ بڑے بڑے اصحاب علم ودانش اسلام کے اس نظام عادلانہ کو یکسر نظر انداز کر کے جاہلی نظام کے پرستار بنے ہوئے ہیں اور مدارس اپنی کثرت کے باوجود اس جاہلی نظام کو توڑنے میں ناکام ہیں۔

آصف قمرالدین پٹھان (کویت)

مسلمانوں کا علمی زوال: کیوں اور کیسے؟

''غفلت اور سرشاری کی بہت سی راتیں بسر ہو چکی ہیں، اب خدا کے لیے بستر مدہوشی سے سر اٹھا کر دیکھیے کہ آفتاب کہاں پہنچ چکا ہے، آپ کے ہمسفر کہاں تک پہنچ چکے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہوئے ہیں'' (مولانا ابوالکلام آزاد)

آزاد کے اس قول کو بیتے عرصہ ہو گیا، مگر آج بھی یہ قول ہمیں حال ہی کا معلوم ہوتا ہے، وجہ صرف ہم مسلمانوں کی غفلت ولاپرواہی ہے، ہم آفتاب کی چمک سے گھبرا کر اس سے آنکھ ملانے سے کترانے لگے جبکہ یہی علم کا آفتاب ہمارے بزرگوں کی کشکش سے چمکتا دمکتا رہا۔ آج ہم علم کی قدر و قیمت کو بھول گیے جو ہمیں ورثہ میں ملا تھا جس کی تعلیم ہمیں شروع سے دی گئی اور نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا: ''پڑھو! اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے پیدا کیا'' اگر ہم خود کو اسلام کے آئینہ میں دیکھیں گے تو ہمیں اس بات کا علم ہوگا کہ ہم نے علم کی قدر و قیمت اور علم والوں کی قدر و قیمت کرنا چھوڑ دیا۔

علم اور قلم کا قرآنی سبق پڑھ کر حضرت محمد ﷺ نے حصول علم پر زور دیا اور ایک ایسے خواندہ اسلامی سماج کی داغ بیل ڈالی جس نے ساری دنیا کو نئے علوم و فنون سے باخبر کیا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ''وہ لوگ جن کو ہم زمین میں اگر طاقت دیں تو نماز قائم کریں، زکاۃ دیں، اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں'' (الحج ۴۱)

حصول علم کی خاطر حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو علم کی قدر و قیمت اور علم رکھنے والوں کی عزت کا شدید احساس دلایا۔ جب جنگ بدر میں جو مدینہ کے نواح میں لڑی گئی مشرکین مکہ کو زبردست شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور ابن ہشام کی تحریر کے مطابق ۵۰ مشرکین کو قیدی بنا کر مدینہ لایا گیا، ان میں سے دو کو سزا دی گئی اور باقی ۴۸ قیدیوں کو تاوان لے کر رہا کر دیا گیا۔ اُن میں سے بعض قیدی اپنی رہائی کے لیے رقم نہ دے سکے تو حضور ﷺ نے اُن سے فرمایا: ''تم دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو، یہی تمہارا فدیہ ہے، پھر تم آزاد کیے جاؤ گے''

کیا ہی عجیب بات ہے! مشرکین مکہ پیغمبر اسلام کی ذات گرامی کو ختم کرنے کے لیے حملہ آور ہوتے ہیں، شکست کھا کر گرفتار ہوتے ہیں، اور علم کے تبادلے کے بدلے جان کی امان پاتے ہیں۔ یہاں اللہ کے رسول ﷺ نے نہ صرف علم کی اہمیت کو سمجھانے کی کوشش کی بلکہ علم والوں کی قدر کو بھی واضح کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا اثر صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور بزرگان دین پر ایسا ہوا کہ وہ علم کے حصول کو اللہ کی رضامندی اور خوشنودی سمجھ کر حاصل کرنے لگے۔

عہد وسطی میں اسلام کے عروج کی بنیاد علم کی بے پناہ پیاس تھی۔

اڈورڈ برون (Edward Brown) تحریر کرتا ہے:

''اسلام کا علم سے رشتہ شدید تھا اور اس علم کی زبان عربی اتنی عام فہم تھی کہ چودھویں صدی میں کوئی علمی کتاب، نیا علمی کارنامہ اور اس کی تفصیل یا نیا فلسفہ و نیا خیال اتنی تیزی سے سمرقند سے غرناطہ (اسپین) تک پہنچ جاتا تھا کہ آج بیسویں صدی ۱۹۲۱ میں باوجود نقل و حمل کی سہولیات کے ممکن نہیں''

(Arabian Medicine)

برائی فالٹ (Briffault) لکھتا ہے:

''سائنس اسلام کا عظیم ترین کارنامہ ہے''

بمطابق kenneth Darid

''علم اور معیشت کے اعتبار سے عہد وسطی میں اسلامی معاشرہ ساری دنیا میں چھایا ہوا تھا''

''غفلت اور سرشاری کی بہت سی راتیں بسر ہو چکی ہیں، اب خدا کے لیے بستر مدہوشی سے سر اٹھا کر دیکھیے کہ آفتاب کہاں پہنچ چکا ہے، آپ کے ہمسفر کہاں تک پہنچ چکے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہوئے ہیں''

عہد وسطی میں یورپ کے باشندے اسلامی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنا فخر سمجھتے تھے اور حصول علم کے لیے اسپین کا سفر کرتے تھے، تاریخ اس دور کو نشاۃ ثانیہ سے تعبیر کرتی ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں جو رشتہ مذہب اسلام اور علم کے درمیان قائم کیا گیا تھا مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار سال اس رشتے کو استوار رکھ کر دنیا کی امامت کا فریضہ انجام دیا اور انسانیت کی ناقابل فراموش خدمت کی۔

مسلمانوں میں علم کے زوال کے وجوہات کئی تھے جن میں منجملہ ایک اپنے علم پر تکبر اور تنقید تھا، جب ماہرین ایک دوسرے کی تحقیق پر تنقید کرنے لگے تو تحقیق علم کا کام رک گیا اور اس علمی تکبر اور تنقید سے نااتفاقی اور بے چینی کا ماحول پیدا ہو گیا۔

مسلمانوں میں زوال علم کا سبب بننے والی دوسری بیماری جو پیدا ہوئی وہ ہے کاہلی اور سست مندی جس کا اسلامی تعلیمات سے دور کا بھی رشتہ نہیں بقول محمد حسین ہیکل:

''(مسلم معاشرہ) کاہلی کو توکل کا نام دینے لگے، وہ بھول گیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: جب کسی کام کا ارادہ کر لو تو اللہ تعالی پر بھروسہ رکھو'' (سورہ آل عمران)''

(Life of Mohammad)

مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب یہ بھی بنا کہ جو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے تھے اُن کی صحیح دینی تربیت کی طرف خاطر خواہ دھیان نہیں دیا گیا، نومسلموں نے اپنے مقامی تہذیب کو اسلامی معاشرے میں قائم رکھا جو بعد میں اسلامی معاشرے کا حصہ بن گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں متعدد ممالک جب اسلام میں داخل ہوئے تو ان کے سامنے سب سے بڑا کام ان نومسلموں کی دینی تربیت تھی۔ جس کے لیے آپ نے ہر علاقہ میں مسجدیں تعمیر کرائیں، اساتذہ متعین کیں جو ان کے گروپ کو دین سکھاتے تھے۔

مسلمانوں کے علمی زوال کی بڑی وجہ اپنی زبان پر فخر اور دوسروں کی زبانوں کو فروتر سمجھنا ہے، تبلیغ دین کے لیے سب سے اہم زبان کی جانکاری ہے۔

مدینے میں مسلمانوں کو زیادہ تر یہودیوں سے واسطہ پڑتا تھا جن کی مذہبی زبان عبرانی تھی، یہ بعض اوقات مسلمانوں کی عبرانی زبان سے ناواقفیت سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو محسوس کیا تو حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ عبرانی زبان سیکھ لیں۔ حضرت زیدؓ نے پندرہ دن میں عبرانی زبان میں مہارت حاصل کر لی۔

عہد وسطی میں مسلم ماہرین فن نے پرانے علوم کو دوسری زبانوں سے ہی حاصل کر کے اپنی تحقیق میں اضافہ کیا تھا۔ بقول سید سلیمان ندویؒ

''جدید علوم سے بے خبر علما اسلام کی سچی خدمت انجام نہیں دے سکتے ہیں، آج ہم ایک تماشائی بن کر زندہ نہیں رہ سکتے''۔

آج مسلمانوں کو اپنی حقیقت پانا ہے تو انہیں ان علوم میں پھر سے مہارت پیدا کرنی ہوگی جسے وہ قصۂ ماضی سمجھتے ہیں، اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے زوال پذیر ہوں گے، لہذا ہمیں نہ صرف علم حاصل کرنا ہے بلکہ ہر مسلمان کو علم کا خوگر بنانا ہے تب ہی ہم اپنی عظمت رفتہ کی بازیافت کر سکتے ہیں۔

آپ کے مسائل کا حل

بالوں کی کاشت کا حکم

سوال: آج کل گنجا پن کا ایک علاج دریافت ہوا ہے کہ بال اگائے جاتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: بالوں کی پیوند کاری تو حرام ہے یعنی مصنوعی بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑنا یا مصنوعی بالوں کو ہی استعمال کرنا شرعاً یہ فعل حرام اور ناجائز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس عورت پر جو بال پیوند کرتی ہے یا کراتی ہے۔'' (صحیح بخاری)

البتہ بال اگانے کا طریقہ طب جدید کا دریافت کردہ ہے، یہ مصنوعی نہیں بلکہ اس طریقہ سے حقیقی بال اگائے جاتے ہیں۔ اس قسم کے علاج میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس کے متعلق وہ حدیث بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے کہ فرشتے نے ایک گنجے کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا تو اس کے خوبصورت بال اُگ آئے تھے، جیسا کہ ایک حدیث میں اس کا ذکر ہے۔'' (بخاری)

شرط لگانے کا حکم

سوال: بعض لوگ شرطیں لگاتے ہیں اُن کا دعویٰ ہے کہ یہ عمل صحیح ودرست ہے، شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: آج کل معاشرے میں شرط لگانے کا جو طریقہ معروف ہے وہ اس طرح ہے کہ دو آدمی کا کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو ایک کہے کہ اگر میری بات درست ثابت ہوئی تو تم کو اتنی رقم ادا کرنی پڑے گی۔ اور اگر تمہاری بات درست ثابت ہوئی تو میں تمہیں اتنی رقم دوں گا۔ تو شرط کی یہ مذکورہ بالا صورت حرام ہے اور یہ بالکل جوے کی طرح ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! بیشک شراب، جوا، بتوں کے چڑھاوے اور پانسے کے تیر گندے اور شیطانی کام ہیں سو تم اُن سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض وعداوت اور دشمنی ڈال دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ سو تم شراب نوشی اور قمار بازی سے باز آجاؤ''۔

جو اس آیت شریفہ کی روشنی میں حرام ہے اور یہ شرط لگانا بھی جوئے کی شکل ہے۔ (شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ)

عورتوں کا بازار جانا

سوال: عورتوں کا بنا محرم بازاروں میں جانا جائز ہے یا نہیں یا کب جائز ہوگا اور کب ناجائز؟

جواب: عورت کا بنا محرم بازار جانا اصلاً جائز ہے بشرطیکہ فتنہ وفساد کا ڈر نہ ہو، اگر فتنے کا ڈر ہو تو بنا ایسے محرم کے بازار نہ جائے جو اس کی حمایت وحفاظت کرسکے اور اُسے فتنہ وفساد سے بچائے عورت کے بازار جانے کے جواز کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ بے پردہ میک اپ یا سینٹ وغیرہ لگا کر نہ نکلے۔ بے پردہ یا خوشبو لگا کر عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولیخرجن تفلات ''اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو اور ان کو چاہیے کہ وہ بغیر زیب وزینت اور بنا خوشبو لگائے نکلیں''۔

اور یہ اس لیے کہ اُن کا بے پردہ، میک اپ اور خوشبو کے ساتھ نکلنا اُن کی طرف سے فتنہ انگیزی ہے اور اگر فتنے کا ڈر نہ ہو، بنا خوشبو لگائے، پردے کے ساتھ عورت بازار جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ عہد رسالت میں عورتیں بنا محرم کے بازار جاتی تھیں (شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ)

> ایک ہی سورت ہفتہ میں یا دن میں کئی بار دہرائی جاسکتی ہے، اس کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ ایک ہی نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھی جاسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے سورہ (اِذَا زُلْزِلَتِ) پہلی اور دوسری دونوں رکعتوں میں پڑھا۔

تنہا نماز پڑھنے والا بلند آواز سے قرأت کرے گا

سوال: جہری نمازوں میں تنہا نماز پڑھنے والا شخص بلند آواز سے قرأت کرسکتا ہے؟

جواب: جیسے امام کے لیے بلند آواز سے قرأت مشروع ہے اُسی طرح تنہا پڑھنے والے کے لیے بھی مشروع ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں وارد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اتنی بلند آواز سے نہ پڑھے کہ دوسرے نمازیوں یا ذکر کرنے والوں یا سونے والوں کو تکلیف پہنچے۔ (شیخ عبدالعزیز بن بازؒ)

کیا مقتدی قرأت بالجہر کرسکتا ہے؟

سوال: کیا مقتدی نماز میں قران پڑھتے ہوئے اپنی آواز اونچی کرسکتا ہے؟

جواب: مقتدی کے لیے سنت یہ ہے کہ قرأت قرآن، اذکار اور دعاؤں میں اپنی آواز اونچی نہ کرے، اس لیے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی اور اس لیے بھی کہ آواز اونچی کرنے سے دوسرے نمازیوں کے خشوع وخضوع میں خلل پڑے گا۔

قرآن کی ایک ہی سورت کو نمازوں میں بار بار پڑھنے کا حکم

سوال: کیا نماز میں قرآن کی ایک ہی سورت ہفتہ میں دو یا تین یا اس سے زیادہ بار پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: ایک ہی سورت ہفتہ میں یا دن میں کئی بار دہرائی جاسکتی ہے، اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ بلکہ ایک ہی نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھی جاسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے سورہ (اِذَا زُلْزِلَتِ) پہلی اور دوسری دونوں رکعتوں میں پڑھا۔

سکرات میں مبتلا شخص کے پاس سورہ یٰس پڑھنا

سوال: جو لوگ سکرات میں مبتلا شخص کے پاس سورہ یٰس پڑھنے کے قائل ہیں، کیا وہ صحیح کہتے ہیں؟

جواب: سکرات میں مبتلا شخص کے پاس سورہ یٰس کا پڑھنا مستحب ہے۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اقرؤوا علی موتاکم یٰس ''یعنی اپنے مردوں کے پاس یٰس پڑھو'' اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ (شیخ عبدالعزیز بن بازؒ)

امتحانوں میں پرچہ نقل کرنے کا حکم

سوال: امتحان میں ہیرا پھیری اور بددیانتی کا کیا حکم ہے؟ میں نے بارہا بہت سے طلباء کو ایسا کرتے دیکھا ہے اور جب میں ان کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جواب: دھوکہ دھڑی اور ہیرا پھیری چاہے امتحان میں ہو یا عبادات ومعاملات میں یہ ہر جگہ حرام ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''ہمیں دھوکہ دینے والے ہم میں سے نہیں ہیں'' اور جب یہ کام دنیا وآخرت میں رسوائی کا سبب بن سکتا ہے تو اس سے بچنا واجب ہے نیز دوسروں کو بچنے کی تلقین کرتے رہنا بھی ضروری ہے۔ (شیخ عبدالعزیز بن بازؒ)

حمل روکنے والی دوا کے استعمال کا حکم

سوال: وقتی طور پر مانع حمل ادویہ کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب: مانع حمل دوا کا استعمال اسی صورت میں جائز ہے جب استعمال کرنے کی ضرورت پیش آجائے اور کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو نیز زوجین کی رضامندی بھی شامل ہو۔

اعجاز الدین عمری (کویت)

بردباری

احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا "تم نے بردباری سیکھی کہاں سے ہے؟"

کہا: میں نے قیس بن عاصم سے سیکھی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بار وہ اپنے گھر کی چوکھٹ پر دونوں ہاتھوں سے تلوار تھامے اکڑوں بیٹھا لوگوں سے باتیں کر رہا تھا، اتنے میں وہاں دو آدمیوں کو لایا گیا۔ ایک کو لوگوں نے گردن سے باندھ رکھا تھا اور دوسرے کا قتل ہوا تھا۔ اس بندھے ہوئے شخص کو انہوں نے آگے دھکیلا اور کہا: دیکھو! یہ تمہارا بھتیجا ہے اور اس نے تمہارے بیٹے کو مار ڈالا ہے...... (احنف کہتے ہیں) قسم بخدا وہ جس طرح بیٹھا ہوا تھا اسی طرح بیٹھا رہا نہ اپنا ہاتھ کھولا نہ کوئی جنبش کی بلکہ اپنی بات جاری رکھی۔ جب بات ختم ہوئی تو بھتیجے کو دیکھا اور کہنے لگا "اے میرے بھائی کے لڑکے! ایک تو تو خدا کی نظر میں گنہگار ٹھہرا، پھر تم نے مارا بھی تو کسے مارا؟ اپنے چچازاد کو تو نے مارا؟ ارے تو نے تو اپنے تیر سے اپنا ہی خون کیا ہے! پھر اپنے ایک دوسرے بیٹے کو خطاب کر کے کہنے لگا " چل اپنے بھائی کی تدفین کا انتظام کر اور اپنے چچازاد کا بندھن کھول دے، اور ہاں! سو اونٹنیاں اس کی ماں کے پاس پہنچا آ...... اسی کو وہ اپنے بیٹے کی دیت کے طور پر دے دے گی...... ورنہ وہ بیچاری کرے گی کیا؟

وہ جو اس کا سا کوئی نہیں

ابن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے ابوسعید خدریؓ سے پوچھا: لوگوں کے اپنے رہن سہن، خورد و نوش اور لباس و سواری میں بدلے ڈھنگ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ جواب دیا: بھتیجے! کھاؤ تو اللہ کے لیے کھاؤ، پینا ہے تو بھی اُسی کے لیے پیو، پہنو تو اُسی کی خاطر پہنو، اگر ان ساری چیزوں میں ظاہر داری، دکھاوا، یا خیال شہرت کی آمیزش ہو تو یہی معصیت بن جاتی ہے۔ اپنے گھر میں ان کاموں کو اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دو جنہیں اللہ کے پیغمبر ﷺ اپنے ہاتھوں سے کیا کرتے تھے...... آپ خود دودھ دوہتے تھے، جوتا مرمت کرتے، کپڑے پر پیوند لگاتے، اپنے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے اور خود ہی بازار سے سودا خرید لاتے، اُسے اپنے ہاتھ میں لٹکا کر لانے میں آپ کو ذرا بھی شرم نہ آتی تھی...... مالدار سے اگر ہاتھ ملاتے تو تنگ دست سے بھی ملاتے، سامنے والا چھوٹا ہو یا بڑا خود ہی بڑھ کر سلام کرتے، جب کہیں دعوت ملتی تو اُسے قبول فرماتے، کسی دعوت کو حقارت سے نہ دیکھتے، آپ نرم خو اور ملنسار تھے، ہر کسی سے بہترین سلوک کرتے، چہرہ ہمیشہ کھلا رہتا، آپ سخت بھی تھے مگر کٹھور نہیں تھے، انکساری تھی مگر چاپلوسی نہیں...... سخی تھے مگر بیجا خرچ نہ کرتے، آپ بڑے ہی نرم دل تھے۔

کہانی سی لگتی ہے

تم ہاتھ بڑھا کر تو دیکھو
غمخوار ہو کوئی ساتھ اگر
ہم ساتھ کہاں تک دیتے ہیں
مشکل رستے کٹ جاتے ہیں

ملک چین کے ایک گاؤں میں ایک کتیا رہتی تھی، اتفاق ہے کہ ایک مرغی سے اس کی دوستی ہوگئی...... ایک جان دو جسم کی زندہ مثال تھی، یہ دوستی 'سنگ سنگ جینے کا شاید دونوں میں عہد و پیمان ہو چکے تھے...... دونوں میں سے ایک کو بھی دوسرے کو چھوڑ کر رہنا پسند نہیں تھا...... دونوں کی یاری کو پورا گاؤں "فطرت کا کرشمہ" جانتا تھا۔ کھانے کی کوئی چیز اگر مرغی کو مل جاتی تو وہ آواز دے کر اپنی سہیلی کو بلالیتی...... کتیا بھی اُسی طرح مرغی کو نہیں بھولتی...... دن گذرتے گیے اور کتیا نے دو بچوں کو جنم دیے، اپنی سہیلی کی زچگی پر مرغی خوشی سے بلیوں اچھلنے لگی...... مارے خوشی کے اس کے پیر زمین پر نہیں ٹکتے تھے مگر اس کی یہ خوشی دیرپا ثابت نہ ہوسکی، بچوں کی آنکھ کھلنے سے پہلے ہی کتیا زہر آلود غذا کھا کر مرگئی...... مرغی کی نگاہوں میں اندھیرا چھا گیا، مسرتوں کا شیش محل اس قدر جلدی ڈھ جائے گا اُسے اس کا اندازہ نہیں تھا...... سہیلی کی یاد اُسے بری طرح ستانے لگی......

انہیں راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے
مجھے روک روک پوچھا میرا ہمسفر کہاں ہے

اپنی سہیلی کے بچوں کی بے سہارگی کی فکر بھی اُسے کھائے جا رہی تھی...... مگر...... شاید اس نے اپنی سہیلی سے وفا کا عہد کیا ہوا تھا...... جب سوگوار سورج جانب مغرب روپوش ہونے لگا اور رات کے اندھیاروں نے اپنا پر پھلانا شروع کیا تو اس نے اپنی سہیلی زادوں کو دونوں پروں میں سمیٹ لیا اور ان کی پوری رات اسی طرح نگہبانی کرتی رہی...... پھر یہ روز کا معمول بھی بن گیا...... مناسب غذا ملتی تو آواز دے کر انہیں بلالیتی...... کتیا زادے بھی رفتہ رفتہ اُس کی آواز سے مانوس ہو چکے تھے...... وہ ان بچوں کا اتنا خیال رکھتی تھی کہ کسی کو ان کے قریب آنے نہیں دیتی اور نہ ان کے لیے ڈالے گیے کھانے کے پاس بھی کسی کو پھٹکنے دیتی...... وفا کا رشتہ اتنا مضبوط تھا کہ ان سہیلی زادوں کے قریب اپنے ہم جنسوں اور ہم جنس زادوں کو بھی پھٹکنے نہیں دیتی تھی...... صبح اٹھتے ہی جب مرغی روزی کی تلاش میں نکلتی تو اپنے ہمدم زادوں کو نہیں بھولتی۔

مسلم بچوں کا ترانہ

ہم پھول چنیں گے، پھول چنیں گے، گلشن کے گلزاروں سے
ہم دور رہیں گے، دور رہیں گے ہر نوکیلے خاروں سے
طوفاں کے تھپیڑوں سے لڑ کر، منجدھار میں کشتی کھے لیں گے
ہم ایسے نہیں جو ڈر جائیں، دریا کے مچلتے دھاروں سے
انساں کی بڑائی کی خاطر، دنیا کی بھلائی کی خاطر
بنیادِ ستم ہم ڈھا دیں گے، ٹکرائیں گے ہم کہساروں سے
پرواہ نہیں ، پرواہ نہیں، گولے برسیں، شعلے برسیں
ہم امن واماں کے متوالے لڑ جائیں نہ کیوں خوں خواروں سے
وحدت کا لہو ہے رگ رگ میں، ایماں کی حرارت ہے دل میں
ہم سارا جہاں گرما دیں گے، اَللّٰہُ اَحد کے نعروں سے

حیرت بستوی

ماں کی بد دعا کا اثر

پیارے بچو! السلام علیکم

ماں کی بد دعا کا کیا اثر ہوتا ہے آیئے اس سلسلے میں ہم آپ کو ایک عبرت آموز واقعہ سناتے ہیں

اگلے زمانے کی بات ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایک بزرگ تھے، جن کا نام جریج تھا، وہ شروع میں تجارت کرتے تھے مگر اس میں کبھی نفع ہوتا کبھی نقصان ہوجاتا۔ ایک دن ان کے جی میں آیا کہ کیوں نا ایسی تجارت کروں جس میں نفع ہی نفع ہو، نقصان کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ یہ خیال ان کے دل میں آنا تھا کہ انہوں نے اپنی وہ تجارت چھوڑ دی اور گاؤں سے تھوڑی دور پر ایک خانقاہ بنالی۔ اسی میں دن رات رہتے، اللہ کی عبادت کرتے، انہیں یقین تھا کہ اس کام میں دنیا وآخرت دونوں جہاں میں نفع ہی نفع ہے۔ اس میں نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جریج کی ایک بوڑھی ماں تھی جو گاؤں میں رہتی تھی، جب اس کو بیٹے سے کوئی کام ہوتا تو وہ اسی خانقاہ میں جا کر بیٹے سے مل آتی۔ ایک دن کی بات ہے بوڑھی ماں بیٹے سے ملنے گئی تو اتفاق سے وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ماں نے آواز دیا، جریج بہت پریشان ہوئے کہ یا اللہ کیا کروں۔ ماں پکار رہی ہے اور میں نماز میں ہوں۔ انہوں نے سوچا اللہ کا مرتبہ ماں سے بہر حال بڑا ہے اس لیے اللہ کی عبادت چھوڑ کر ماں کی طرف متوجہ ہونا مناسب نہیں ہے اور وہ نماز میں لگے رہے۔ ماں کو جب بیٹے کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو لوٹ گئی۔ دوسرے دن پھر آئی، اتفاق سے اس دن بھی وہ نماز میں تھے اور ماں کی پکار کا جواب نہ دے سکے۔ ماں اس دن بھی ناکام لوٹ گئی۔ تیسرے دن پھر آئی، اس دن بھی یہی معاملہ پیش آیا، جریج نماز میں ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ بوڑھی ماں کو بڑی تکلیف ہوئی اور اس نے سوچا کہ اب گاؤں میں جریج کی عزت بڑھ گئی ہے تو یہ ہمیں خاطر میں نہیں لاتا اور ہمارا خیال نہیں کرتا۔ اس نے غصے میں بیٹے کو بد دعا دی کہ خدایا اُسے موت نہ آئے جب تک کہ یہ ذلیل نہ ہوجائے۔ جریج بے گناہ تھے مگر غصہ میں ماں کی زبان سے نکلی ہوئی بد دعا تھی جو قبول ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ماں کی دعا بھی جلد قبول کرتا ہے اور بد دعا بھی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دن گاؤں کی ایک بدکار عورت کے دل میں خیال آیا کہ جریج کی بزرگی کا گاؤں میں بڑا چرچا ہے کیوں نا ان پر کوئی الزام لگادوں کہ ان کی ساری عزت خاک میں مل جائے۔ اس کے دل میں یہ خیال آنا تھا کہ اس نے جریج کو بدنام کرنے کی کوشش شروع کردی پہلے تو وہ جریج کے پاس گئی مگر انہوں نے اس عورت کو منہ نہیں لگایا۔ پھر وہ ایک چرواہے سے ملی اور اُسی سے اس عورت کو ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس بدکار عورت نے لوگوں میں مشہور کیا کہ یہ بچہ جریج کا ہے۔ لوگوں کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا کہ جریج کو تو ہم لوگ بڑا نیک سمجھتے تھے مگر اس نے گاؤں سے دور خانقاہ میں زہد کا ڈھونگ رچا کر یہ کیا حرکت کی ہے۔ غصے میں گاؤں کے لوگ ان کی خانقاہ میں جا پہونچے انہیں بہت بُرا بھلا کہا، مارا پیٹا، خانقاہ گرادی اور انہیں پکڑ کر گاؤں کے سردار کے پاس لے آئے۔ جریج نے کہا: آپ لوگ مجھے کیوں ستاتے ہیں؟ آخر میں نے کیا قصور کیا ہے؟ گاؤں والوں نے کہا کہ فلاں عورت کو ایک بچہ پیدا ہوا ہے وہ کہتی ہے: بچہ تمہارا ہے، تم نے نیکی کا ڈھونگ رچا کر یہ کیا حرکت کی ہے؟ جریج نے کہا: عورت جھوٹ کہتی ہے، بچہ میرے پاس لاؤ ابھی بات صاف ہوجائے گی۔ بچہ لایا گیا، جریج نے وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اس گود کے بچے سے پوچھا: بیٹے تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بولا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔ لوگ یہ ماجرا دیکھ کر دنگ رہ گیے کہ گود کا بچہ بول رہا ہے۔ اُن سب کو جریج کی بزرگی کا یقین ہوگیا اور سمجھ گیے کہ اس بدکار عورت نے اُن پر جھوٹ الزام لگایا ہے۔ سب نے جریج سے معافی مانگی اور بولے: آپ حکم دیں تو ہم لوگ آپ کے لیے مٹی کے بجائے سونے کی خانقاہ بنوادیں۔ جریج نے کہا: مجھے سونے کی خانقاہ نہیں چاہیے بس مٹی کی بنوادو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان کی وہ خانقاہ پھر سے بنوادی جسے ڈھادیا تھا۔

بعد میں جریج نے گاؤں والوں کو بتایا کہ مجھ کو یہ جو تھوڑی دیر کے لیے ذلیل ہونا پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میری ماں نے ایک مرتبہ ناراض ہوکر مجھے یہ بد دعا دی تھی: ”خدایا! اسے موت نہ آئے جب تک کہ یہ ذلیل نہ ہو جائے“ میری یہ ذلت اسی بد دعا کے سبب ہوئی۔

بچو! غور کرو جب جریج جیسے نیک آدمی کے بارے میں ماں کی بد دعا قبول ہوگئی تو اُن بچوں کے بارے میں ماں کی بد دعا کیوں کر قبول نہ ہوگی جو بُرے بچے ہیں اور ماں کو پریشان اور ناراض کرتے رہتے ہیں۔

محمد خالداعظمی (کویت)

قوم کی تعمیر میں قرآن فہمی نہایت ضروری۔ وزیراعظم ملیشیا

پترا اجایا ۔ویب سائٹ کے ذریعہ القرآن ڈیجیٹل پن اور مارکٹنگ پورٹل ای قلم کا افتتاح کرتے ہوئے وزیراعظم ملیشیا داتک سیری نجیب تن رزاق نے کہا کہ قوم کی تعمیر کی حکومت کی کوششوں میں قرآن فہمی نہایت اہمیت کی حامل ہے،اور قرآن مجید کا صحیح فہم حاصل کرنے سے اسلامی تہذیب عظیم بلندی پر پہنچ سکتی ہے اور اس کے نتیجہ میں مغرب میں اسلام سے متعلق پائے جائے والے منفی خیالات کو بھی بدلا جاسکتا ہے۔

اندھوں میں بینائی کی کرن

لندن ۔اب نابینا افراد بھی دیکھ سکیں گے، آنکھ کے ذریعہ نہ سہی لیکن زبان کے ذریعہ وہ اپنی اس کمی کو پورا کرکے عام لوگوں کی طرح زندگی گزار سکیں گے، یہ ایک حقیقت ہے۔ حال ہی امریکی سائنس دانوں نے ایک ایسا آلہ تیار کیا ہے جو نابینا افراد کو زبان کے ذریعہ مناظر دیکھنے میں مدد فراہم کرے گا۔برین پورٹ (Brain Port) نامی اس آلہ کا ایک حصہ زبان پر رکھنے سے اس میں موجود کیمرہ زبان پر تصویر کا ہلکا سا برقی تاثر چھوڑتا ہے جو نسوں کے ذریعہ دماغ تک پہنچادیتا ہے۔لولی پوپ کی شکل والے اس آلہ کا دوسرا حصہ ایک کنٹرول یونٹ سے جڑا ہوا ہے جو تصویر کے رنگ ہلکے کرکے اسے زبان پر رکھے لولی پوپ والے حصے کو بھیج دیتا ہے۔جس سے نابینا افراد نہ صرف اشاروں کو پہچان سکتے ہیں بلکہ حروف تہجی بھی پہچاننے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ماہرین کا دعوی ہے کہ اس آلہ کی مدد سے صرف ۱۵ منٹ کی مختصر پریکٹس کے بعد کوئی بھی نابینا شخص بآسانی مناظر دیکھ کر پہچان سکتا ہے۔

ہرسال سواسرائیلی کا قبول اسلام

مشہور اسرائیلی اخبار (معاریف) کے مطابق ہرسال تقریباً سواسرائیلی مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔اسرائیلی وزارت عدل نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ چندلوگ عیسائیت بھی قبول کرلیتے ہیں۔لیکن ان کی تعداد اسلام قبول کرنے والوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

فلسطینی شہیدوں کے اعضا کی خریدوفروخت

سویڈن کے اخبار (آفتونبلادت) کے مطابق اسرائیلی افواج کے ہاتھوں شہید ہونے والے فلسطینیوں کی لاشوں کو جب پوسٹ مارٹم کے لیے اسرائیل کے میڈیکل کالجوں میں لے جایا جاتا ہے تو وہاں کے حکام ان شہیدوں کے مختلف اعضاء چوری سے نکال کر بازار میں مہنگی قیمتوں میں فروخت کردیتے ہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

فرانس کی ایک مسلم خاتون وزیر نے یہ مطالبہ کرکے کہ فرانس میں مسلم خواتین کے برقع پہننے پر پابندی عائد ہونی چاہیے سب کو حیرت زدہ کردیا۔ذرائع کے مطابق ،فرانس کی الجزائری نژاد مسلم خاتون وزیر فضیلہ عمارہ نے برطانوی اخبار فائنینشل ٹائمز کو دیئے گئے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ برقع کا استعمال عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی کے ہم معنی ہے اور اس پر پابندی عائد کردینے

سے

بنیاد پرست اسلام جیسے کینسر

سے لڑا جاسکتا ہے۔واضح رہے کہ فرانس کے اسکولوں میں پہلے ہی سے حجاب پہننے پر پابندی ہے۔

حجاب کی حمایت میں مہم

جنوبی افریقہ ۔جنوبی افریقہ میں سیکڑوں ہندنژاد مسلم خواتین نے سر پر روایتی طور پر پہنے جانے والے حجاب کی حمایت ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اسے پہننا مسلم خواتین کا حق ہے۔مسلم خواتین کو حجاب استعمال کرنے کے بنیادی حق کے لیے ایک بین الاقوامی مہم کی تائید کرتے ہوئے تقریباً پانچ سو خواتین نے مکمل روایتی اسلامی حجاب کے ساتھ مظاہرہ کیا اور حجاب کی حفاظت کا عہد کیا۔

جوہانسبرگ کی ریڈیو سروس چینل اسلام انٹرنیشنل پر ان کا یہ پروگرام براہ راست نشر کیا گیا۔اس چینل نے مہم کی تائید کرنے والی ہر خاتون کو ایک مفت اسکارف فراہم کیا۔

بے پردہ خواتین کے لیے باعث عبرت

جرمنی ۔۳۱ سالہ مصری خاتون مروی شیربنی کو گزشتہ دنوں جرمن کی ایک عدالت میں ۲۸ سالہ جرمن شخص ایکسل ڈبلیو نے چاقو مار کر ہلاک کردیا جسے بعد میں گرفتار کرلیا گیا۔ شیربنی کے شوہر ایلوی عکاظ عدالت میں حملے کے وقت اپنی بیوی کو بچانے کی کوشش میں شدید طور پر زخمی ہوئے۔شیربنی کی نعش کو مصر کے شہر اسکندریہ لایا گیا جہاں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

شیربنی حجاب کے طور پر سکارف پہنتی تھیں جس پر ایکسل نے انہیں دہشت گرد کہا تھا اپنی مذہبی شناخت کی توہین کے خلاف شیربنی نے عدالت میں ایکسل کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور عدالت نے ایکسل کو قصوروار پاکر ان پر تقریباً چالیس ہزار روپے کا جرمانہ بھی عائد کیا تھا۔یہ واقعہ ۲۰۰۸ء کا ہے۔ایکسل نے اس فیصلے کے خلاف اپیل کی تھی اور مقدمے کی سماعت کے لیے شیربنی اپنے پورے خاندان کے ساتھ وہاں موجود تھی جب قاتل نے ان پر چاقو سے حملہ کیا۔ڈاکٹروں نے کوشش بہت کی لیکن وہ بچ نہ سکی۔وہ ۳ ماہ کی حاملہ بھی تھیں۔حملے کے وقت ان کا تین سالہ بیٹا بھی ساتھ تھا۔میڈیا میں شیربنی کو حجاب کے لیے شہید قرار دیا گیا۔

افریقہ کے ملک مالی میں خواتین کی برابری کے قانون پر احتجاج

مالی کے دارالحکومت باماکو میں ہزاروں افراد ایک نئے قانون کے خلاف احتجاجی مظاہرے کررہے ہیں جس کے تحت بیوی کو شوہر کی برابری کے حقوق دیئے گئے ہیں۔یہ قانون ماہ اگست کے آغاز پر منظور کیا گیا تھا۔اور اس کے تحت بیوی اور بچوں کے وراثت کے حقوق میں بھی توسیع کی گئی ہے۔مسلمان خواتین کی تنظیم کی سربراہ کا کہنا ہے کہ خواتین کی اقلیت یعنی صرف دانشور خواتین اس قانون کی حمایت کررہی ہیں۔یہ قانون مالی کی پارلیمان نے اگست میں منظور کیا تھا تاہم اسے لاگو کرنے کے لیے صدر کا دستخط ہونا باقی ہے۔قانون کی جس شق پر سب سے زیادہ احتجاج کیا جارہا ہے اس کے تحت بیویوں کے لیے شوہروں کی بات ماننا ضروری قرار نہیں دیا گیا۔مسلم وومن ایسوی ایشن کی سربراہ باجیہ ساپیا تو ڈمبیل کا کہنا ہے کہ یہ قانون اسلامی احکام کے مخالف ہے ،انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں قرآن کے احکامات پر عمل کرنا چاہیے،شوہر پر بیوی کا تحفظ اور بیوی پر شوہر کی فرمانبرداری فرض ہے۔

مسلم امریکی شہریوں کی خدمات قابل تحسین:اوباما

واشنگٹن ۔ امریکی صدر براک حسین اوباما نے کہا ہے کہ مسلمان امریکی شہریوں کی زندگی کے مختلف شعبوں میں خدمات قابل تحسین ہیں۔واشنگٹن میں مسلمان کمیونٹی کے اعزاز میں دیئے گئے افطار ڈنر سے خطاب کرتے ہوئے براک نے کہا کہ مسلمانوں کو امریکہ میں مذہبی آزادی حاصل ہے۔امریکی صدر کا کہنا تھا کہ وہ رمضان کے مہینہ میں مسلمانوں کے اعزاز میں افطار ڈنر دیے جانے پر خوشی محسوس کررہے ہیں اوباما نے کہا کہ رمضان دنیا کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے مضبوط اعتقاد کا مظہر ہے۔

مجاز اعظمی

چنگاریاں

آج برباد ہیں دنیا کے گھرانے کتنے
لوٹتے ہیں سرِ بازار نہ جانے کتنے

خشک آتے ہیں نظر کوثر وتسنیم مگر
پھوٹتے زہر کے ہیں آج دہانے کتنے

بر نہ آئی کبھی افسوس امید تریاق
یوں تو آتے ہیں مجھے زہر پلانے کتنے

کتنی حلقوم پہ سفاک کی شمشیر چلی
رہزن وقت کے ہاتھ آئے خزانے کتنے

جذبۂ ظلم میں معصوم کا خون پی تو لیا
بعد میں سوجھ گیے سب کو بہانے کتنے

نذرآتش ہوئیں قرآنِ مقدس کی سُور
خاک میں مل گیے تسبیح کے دانے کتنے

مردِ بدطینت وبدکیش نہ پھر کروٹ لے
تھرتھراتے ہیں اسی خوف سے شانے کتنے

روبہ خاموش ہوں اس دہر کے جھٹکوں سے مجاز
ورنہ ہیں ذہن میں محفوظ خزانے کتنے

شہیدِ حق

طائر فرازِ عرش پہ ہے بال وپر کے بعد
کتنا ہے سربلند شہید ایک سر کے بعد

ہے بے شمار نفع فقط ایک ضرر کے بعد
آسائشِ دوام غمِ مختصر کے بعد

ہے موت کی خبر سے یہاں ابتدائے زیست
آتا ہے مبتدا یہ ہمیشہ خبر کے بعد

تھی گلشنِ حیات میں غنچے کی آنکھ بند
وا ہے کسی کے قطرۂ خونِ جگر کے بعد

سر دے کے دی شہید نے ملت کو زندگی
چمکا ہے آفتاب چراغ سحر کے بعد

یادِ شہید اشک سے کیا، سوزِ دل سے ہے
شبنم کی بات ختم ہے برق وشرر کے بعد

سر اور بھی تو لاکھ کٹے جیسے کچھ نہیں
سر کوئی سر بنا ہے تو سودائے سر کے بعد

ماہ رمضان میں 761 لوگوں نے اسلام قبول کیا

الحمدللہ امسال ماہ رمضان میں ipc کے جملہ برانچوں میں اسلام قبول کرنے والے مرد وخواتین کی تعداد 761 تک پہنچ گئی۔

حفظ قرآن کے ساتویں انعامی مقابلہ کا امتحان

ipc کی طرف سے غیر عرب مسلمانوں کے لیے حفظ قرآن کے ساتویں انعامی مقابلہ کا امتحان مورخہ 29-28 اگست 2009 بروز جمعہ وہفتہ بحسن وخوبی اختتام کو پہنچا، جس میں شرکت کرنے والوں کی مجموعی تعداد 310 رہی۔ جملہ شرکاء کو سرٹیفکس بھی دیے جاچکے۔

عید کا تفریحی پروگرام

ipc مرکزی آفس کے زیر اہتمام حسب سابق امسال عید کے موقع سے ہندی داں نومسلم بھائیوں کے لیے ''کویت چڑیا گھر'' میں تفریحی پروگرام رکھا گیا، جس میں ''عید کی حقیقت'' اور ''رمضان کے بعد ایک مسلمان کی زندگی'' سے متعلق لکچرز ہوئے۔ شرکاء کی مجموعی تعداد ۲۲ تھی۔

نومسلموں کے افطار اور اجتماعی دروس کا روح پرور منظر

حسب سابق امسال بھی ipc کے جملہ برانچوں میں نومسلموں کے افطار کا انتظام کیا گیا اس مناسبت سے ایمان افزا دروس کا اہتمام ہوتا ہے، الحمدللہ امسال تلگو، تمل، ملیالم، ہندی، اردو، نیپالی، فلپینی، سنہالی اور چینی زبانوں کے نومسلم افطار میں حاضر ہوئے۔ اور ہر زبان کے خاص دعاۃ نے اپنی اپنی زبان میں انھیں تربیتی دروس دیا۔ مزید برآں اجتماعیت کی اہمیت کے پیش نظر امسال ipc نے مرکزی دفتر میں نومسلموں کے لیے افطار سے قبل اجتماعی درس کا بھی نظم کیا، ipc کے وسیع ہال میں تمام زبانوں کے نومسلموں کے سامنے ipc کے کوئی ایک داعی عربی زبان میں درس دیتے تھے اور وہیں پر ہر زبان کے دعاۃ اس کا ترجمہ کرتے تھے، جس کے نومسلموں پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

سوائن فلو

آپ اپنی حفاظت کس طرح کر سکتے ہیں؟

کھانسی اور چھینک کے دوران کاغذی رومال (ٹیشو پیپر) استعمال کریں۔

استعمال کے بعد رومال کو کوڑادان میں ڈال دیں۔

ہاتھوں کو ہمیشہ صابن اور پانی سے دھو کر صاف رکھیں۔

فلو کے آثار ظاہر ہوتے ہی ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

اگر آپ میں بیماری کے اثرات ظاہر ہو جائیں تو لوگوں سے میل جول رکھتے ہوئے کم از کم ایک میٹر کا فاصلہ ضرور رکھیں۔

فلو کے آثار ظاہر ہونے کے بعد گھر چھوڑ کر کام، اسکول یا پھر کہیں بھی بھیڑ بھاڑ کی جگہ نہ جائیں۔

دوسروں سے ملاقات کے دوران ہاتھ ملانے یا گلے ملنے سے احتراز کریں۔

ہاتھوں کو دھونے سے پہلے ناک، منہ اور آنکھوں کو چھونے سے پرہیز کریں۔